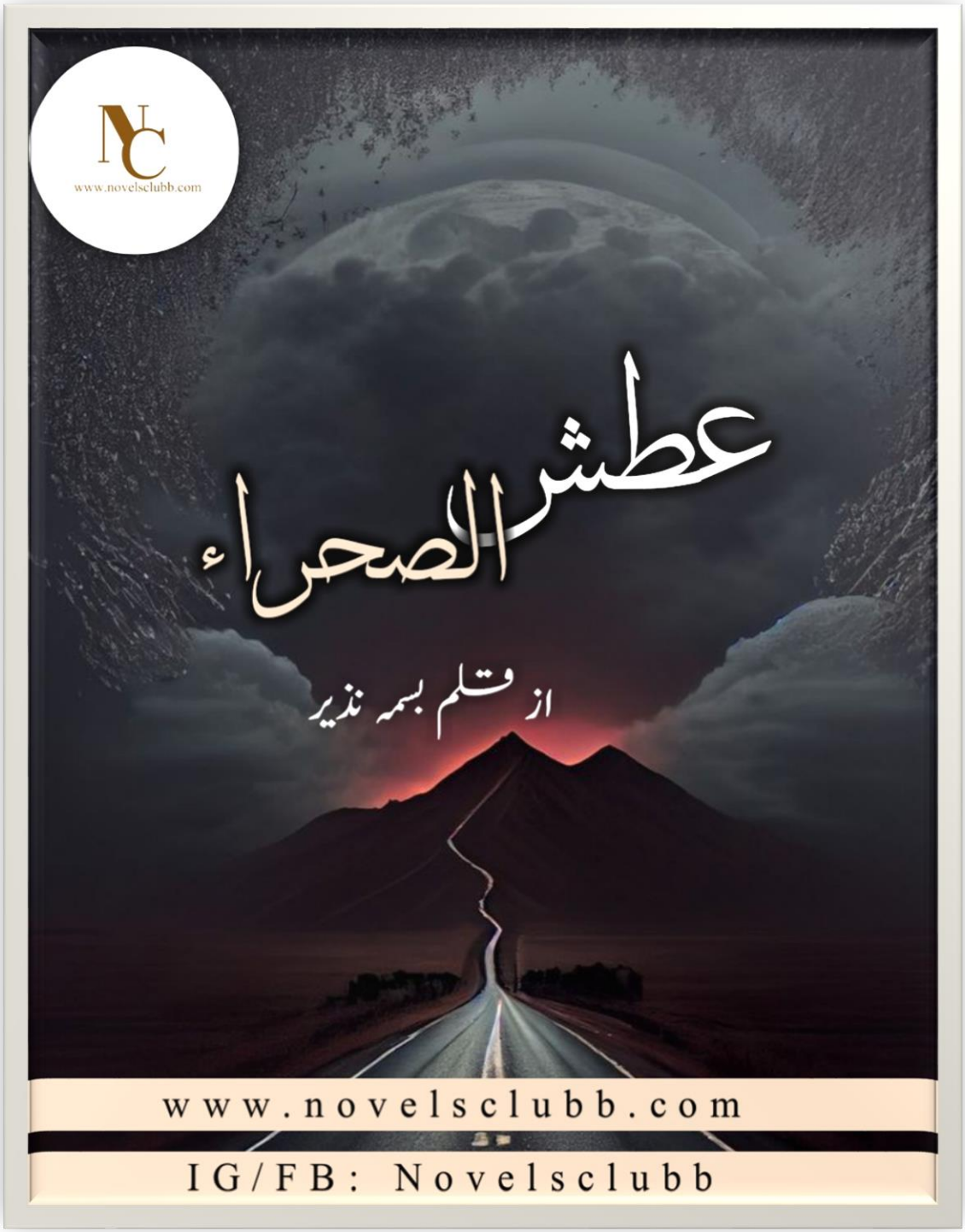
www.novelsclubb.com
عطش الصحراء
از قلم بسمہ نذیر
www.novelsclubb.com
IG/FB: Novelsclubb

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

عطش الصحرا

(THE MYSTERY OF ARAB CREATURES)

از قلم

بسمہ نذیر

www.novelsclubb.com

(کہانی ہے ایک لڑکی کی جس کا روپ بدلتا ہے سورج کی روشنی سے، کہانی ہے ایک صحراء کے پیاس کی جو اپنی ملکہ کا انتظار کر رہا ہے، کہانی ہے کچھ بلاؤں کی جو تباہی پھیلائے ہوئے ہیں اور کہانی ہے ریگستانی مخلوق کی جسے نجات دلانے آئے گی ان کی کیشیہ)

www.novelsclubb.com

صحراء جو بھرا ہے عجب اسراروں سے

عرب کی زمین کے رازوں اور خزانوں سے

تپتی ہوئی وہ ریت دیکھتی ہے امیدانہ نگاہوں سے

ہیں پیاسے وہ ذرے ذرے سالوں سے

کسی کی راہ تکتا ہوا وہ صحراء

ہے جسے اپنی ملکہ کا انتظار

کہ وہ آئے گی

کبھی تو آئے گی

www.novelsclubb.com

صحرائی طوفان نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔اونچے اونچے ریت کے

ٹیلے اپنی سمت سے اکھڑ رہے ہیں اور ذروں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ طوفان اس قدر تیز اور خطرناک ہے کہ کوئی بھی ذی روح اس میں اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکتی نہ ہی آنکھیں کھلی رکھنے کی گنجائش ہے پر اسی صحراء میں طوفان کے بیچ ایک وجود کھڑا ہے۔اس کے لمبے سرخی مائل بال ہوا کے باعث لہرا رہے ہیں۔وہ سفید گاؤن نما لباس میں ملبوس کوئی لڑکی ہے جو مضبوطی سے قدم جمائے کھڑی سامنے تک رہی ہے۔دفعتاً اسی طوفان میں سے ایک ازگر اس کی جانب تیزی سے بڑھتا ہوا دیکھائی دیتا ہے۔وہ عام (Pythons) سے کافی بڑا سانپ ہے جو کہ زمانہ قدیم میں پایا جاتا تھا اور بے حد خطرناک ہوا کرتا تھا۔صحرائی طوفان بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو پا رہا تھا اور وہ اپنا غار جیسا دہانہ کھولے جس سے بڑے بڑے نوکیلے دانت نکلے ہوئے تھے،اس کی پھنکار پر ایک آگ کا گولہ سامنہ سے نکلتا اور پھر غائب ہو جاتا۔قریب تھا کہ وہ اس لڑکی کو نگل لیتا کہ اچانک ایک جھٹکے سے اوز گل کی آنکھ کھلی۔وہ لمبے لمبے سانس لیتی اٹھ کر بیٹھی اس کے شفاف چہرے پر پسینے کی ننھی ننھی

بوندیں چمک رہی تھیں اور لمبے سیاہ بال الجھے ہوئے تھے۔اس نے شکر کیا کہ وقت پر آنکھ کھل گئی ورنہ نہ جانے کیا ہوتا۔آج تیسری رات تھی کہ وہ مسلسل اس خواب کو دیکھ رہی تھی جس پر اسے خواب کم اور حقیقت کا گمان زیادہ ہوتا تھا۔اس از گر کے منہ سے نکلی آگ کی تپش اب بھی اسے اپنے وجود پر محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔وہ صرف خواب ہے۔۔۔صرف خواب "اوزگل نے خود کو تسلی دی اور پھر اپنے الجھے بال سمیٹنے لگی۔وقت وہی رات کے تین بجے کا تھا وہ گہری سانس لیتی دوبارہ لیٹ گئی۔

"میں نے تو کبھی صحراء دیکھا بھی نہیں پھر کیوں میرے خوابوں میں بار بار وہی ایک منظر دیکھائی دیتا ہے" وہ چھت کو تکتے ہوئے سوچنے لگی۔

"کہیں یہ کوئی اشارہ تو نہیں" اچانک ایک بات اس کے ذہن میں آئی۔ وہ دہشت جو کچھ ساعت پہلے اس پر سوار تھی اسے وہ پل میں فراموش کر گئی۔

"اوہ واؤ پھر تو مجھے اس کی تعبیر معلوم کرنی چاہیے۔۔۔۔۔لب مسکراہٹ میں ڈھلے اور پھر تعبیر جاننے کے تجسس میں اس نے دوبارہ آنکھیں موندیں اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔ جلد ہی نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو گئی۔ بائیں جانب کی کھڑکی کا پردہ پھڑ پھڑایا جہاں پر اڑتے ہوئے ریت کے گولے میں ایک ہیولہ دکھائی دیا۔

www.novelsclubb.com

•••••••

آدھی رات کا سماں تھا آسمان پر تاروں کی چادر دور تلک پھیلی تھی اور چاند اپنی پوری

چاندنی سمیت تمکنت سے روشن تھا۔یہ ایک ریگستانی علاقہ تھا جہاں پر تاحد نگاہ ریت پھیلی ہوئی تھی۔چاند کی سحر انگیز روشنی میں صحراء کے ذرے چھوٹے چھوٹے تاروں کی مانند دمک رہے تھے۔بلاشبہ وہ ایک ٹھنڈی اور فسوں خیز رات تھی۔اسی صحراء میں تین،چار خیمے دائرے میں لگے ہوئے تھے جس کے بیچ لکڑیاں رکھی گئیں تھی جس پر غالباً آگ جلائی گئی تھی جو کہ اب بجھ چکی تھی فضا میں اوپر کو اٹھتا دھواں اس بات کا ثبوت تھا۔

دفعتاً کونے والے بھورے خیمے کے پردے پر ہلچل سی ہوئی اور پھر پردے کے پیچھے سے ایک آٹھ ماہ کی بچی نمودار ہوئی جو گھٹنوں کے بل چلتے ہوئے باہر کو بڑھ رہی تھی۔اس کے ننھے منھے ہاتھ اور پیر ریت میں دھنس رہے تھے لیکن وہ پھر بھی آگے بڑھ رہی تھی۔سرخ و سپید رنگت والی وہ گول مٹول سی بچی بلاشبہ بہت خوبصورت تھی لیکن سوال یہ اٹھتا تھا کہ آخر کو وہ آدھی رات کو باہر نکلی کیسے؟کیا اس کے والدین کو خبر نہ ہوئی؟

کچھ تو تھا جو عجیب تھا بلکہ بہت عجیب۔۔۔۔۔

ابھی وہ تھوڑے ہی فاصلے پر پہنچی ہو گی کہ صحراء میں تیز ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ ہوا کبھی دائیں جانب سے آتی تو کبھی بائیں طرف سے۔ دور کہیں سے ڈھول کی آواز سنائی دینے لگی گویا کوئی نقارہ بجایا جا رہا ہو۔ وہ چھوٹی بچی اب منہ میں ایک انگلی ڈالے آرام سے بیٹھی تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ نہ ہی وہ ہواؤں کی تیزی سے ڈری اور نہ ہی ڈھول کی آواز سے روئی۔ وہ مختلف تھی جیسے کسی الگ دنیا کی باسی ہو۔ کچھ لمحوں بعد فضا میں سناٹا چھا گیا ہر شے ساکت ہو گئی، ہوائیں جو کچھ دیر پہلے تک تیزی پکڑ رہی تھیں وہ بھی رک گئی جیسے اپنی سانس تک روک لی ہو اور وہ نقارہ بجنا بھی ایک دم بند ہو گیا۔ ایک ہلکی سی خوشبو چہار سو پھیلنے لگی اس کے ساتھ ہی سامنے کے ٹیلے پر روشنی چھا گئی۔ سفید دودھیا روشنی گویا سو واٹ کے ہزاروں بلب جلا دیے گئے ہوں۔ خیموں کے اندر موجود دنیا و مافیہا سے بے خبر وجود اندازہ بھی نہیں لگا سکتے تھے کہ اس وقت صحراء کی چاندنی رات میں کونسا ہوش ربا منظر سامنے آنے

والا ہے۔

وہ بچی اب بھی آرام سے بیٹھی سامنے کی روشنی کو دیکھ رہی تھی۔اب کے اس روشنی سے ایک وجود نکلتا ہوا نظر آیا جو دھیرے دھیرے بچی کی جانب بڑھ رہا تھا۔اس نے بچی کے پاس پہنچ کر اسے گود میں اٹھایا جو کہ اس وجود کو دیکھتے ہوئے کھلکھلا کر ہنس پڑی جیسے آنے والے کو پہچانتی ہو۔

"کیشیہ "سرگوشی نما آواز ابھری۔اور پھر اپنی آنکھیں بند کر کے اس کے ماتھے پر انگلی رکھے وہ کچھ پڑھنے لگا۔ایک پھوٹتی ہوئی روشنی بچی کے جسم میں داخل ہوئی اسے ایک جھٹکا لگا اور پھر وہ گہری نیند میں چلی گئی۔آنے والے وجود نے اسے مسکرا کر دیکھا اور پھر اسے لیے روشنی کی جانب بڑھ گیا جہاں اب ایک سفید محل نظر آرہا تھا۔ محل کے اندر داخل ہوتے ہی وہ سیدھا اپنے آقا کی جانب بڑھا۔

"سلام قبول کریں بادشاہ سلامت" وہ ان کے سامنے جھکا اور پھر مؤدب انداز میں کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے سر کے خم سے اس کا سلام قبول کیا اور انعام کے بازوؤں میں سوئی بچی کو دیکھ کر ہولے سے مسکرائے "آہ ہماری نجات دہندہ"۔

پھر ایک انداز سے تالی بجائی اور دو ملازم ان کے پیچھے سے نمودار ہوئے جن کے ماتھے کے بیچ سینگ نکلے ہوئے تھے۔ دونوں نے آگے بڑھ کر جھکتے ہوئے کوئی شے بادشاہ کے سامنے پیش کی۔ یہ ایک کلائی میں پہننے والا زیور تھا جس سے چاند اور تارے لٹک رہے تھے۔ اس کی چمک دیکھنے لائق تھی۔ بادشاہ نے انعام کو اشارہ کیا اور وہ سمجھتے ہوئے بچی کو آگے لے آیا۔ بادشاہ نے وہ زیور بچی کی کلائی پر لپیٹا اور آنکھیں بند کر کے زیرِ لب کچھ پڑھا اور پھر واپس سے اس تھال میں رکھ دیا جسے ملازم پکڑے ہوئے تھے۔

"یہ زیور اس کے بیسویں جنم دن سے ایک دن پہلے پہنایا جائے گا۔۔۔۔ابھی صرف موہر لگائی جانی تھی تاکہ اس کا لاشعور یہاں سے جڑ جائے" وہ سنجیدگی سے بولے۔

"کیشیہ تم ہی ہو جو اس قوم کو تمام بلاؤں سے بچا سکتی ہو۔۔۔۔۔۔ہمیں انتظار رہے گا تمھارا۔۔۔۔۔جاؤ انعام اب لے جاؤ اسے ابھی وہ وقت نہیں آیا" انہوں نے حکم دیا۔انعام نے ہولے سے سر ہلا دیا اور پھر اپنے آقا کو تعظیم دینے کے بعد پیچھے ہٹتے ہوئے غائب ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

کچھ دیر بعد وہ اسی خیمے والی جگہ پر نمودار ہوا۔بچی ہنوز سو رہی تھی۔انعام نے اس کی من موہنی صورت پر نگاہ ڈالی "میرے لیے تو تم کچھ اور ہی ہو کیشیہ۔۔۔۔" آدھی ادھوری بات کہہ کر اس نے کیشیہ کو نرمی سے اس کی جگہ پر لٹایا اور ریت کا گولا بن کر غائب ہو گیا۔

•••••••

لاہور کی یہ صبح بہت روشن اور کھلی کھلی سی تھی۔ بہار کی آمد نے ہر شے کو مہکا کے رکھ دیا تھا۔ چاہے وہ چرند پرند ہوں یا انسان سب ہی خوش باش سے اپنے کاموں میں مصروف دکھائی دے رہے تھے۔ پوش علاقے میں واقع اس چھوٹی لیکن خوبصورت کوٹھی کے باورچی خانے سے اٹھاخ پٹخ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اندر دیکھا جاتا تو اوز گل کی دادی ارمینہ بیگم اور باورچی ناشتہ بنانے میں مصروف تھے۔ ساتھ ہی ساتھ دادی کی صلواتیں بھی جاری تھیں جو باورچی انور کو نکما ہونے کے تانے دے رہی تھیں۔

"کیا دادی جان آپ بھی۔۔۔۔ جانتی نہیں کیا کہ اپنے گاؤں کا سب سے مشہور

باورچی رہ چکا ہوں شادی ہو یا مرگ لوگ ہمیشہ مجھ سے ہی دیگیں پکوایا کرتے تھے۔۔۔اور آپ ہیں کہ مجھے نکما بول رہی "آخر میں انور رونے والا ہو گیا۔

دادی کا دل کچھ پسیج گیا "ہائے صدقے میں تا تجھے سمجھا رہی تھی چل اب جلدی سے ناشتہ تیار کر مراد صاحب اور اوزگل آتے ہی ہوں گے "اسے تھپکی دی۔

باورچی خانے سے نکلتے نکلتے وہ دوبارہ پلٹی "اور خبردار جو لڑکیوں کی طرح رونے بیٹھا میں جوتی مار مار کے تیرا سر گنجا کر دینا "دوبارہ ڈانٹا گیا جبکہ انور منہ بنا کے رہ گیا۔

"ہوں ہن بندہ روے وی نہ "وہ منہ بنائے آملیٹ کا آمیزہ تیار کرنے لگا۔

اوپری منزل کا اگر جائزہ لیا جائے تو اوزگل کمرے میں موجود اپنی تیاری کے آخری

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مراحل میں تھی۔آسمانی رنگ کی کرتی اور گہرے نیلے رنگ کا ٹروزار زیب تن کیے وہ تروتازہ لگ رہی تھی۔اس نے اپنے لمبے بال جوڑے میں باندھے اور پھر پنز لگا کر بیڈ پر بڑا ہوا نیلے رنگ کا سٹالر اٹھایا اور سر پر سیٹ کرنے لگی اور پھر ایک گہرا سانس لے کر خود کو آئینے میں دیکھا۔

ایک بھولی بسری یاد اس کے ذہن کے پردے پر لہرائی "ہم نہیں کھیلیں گے تمھارے ساتھ تم چڑیل ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمھارے بالوں اور آنکھوں کا رنگ بدلتا رہتا ہے" محلے کا ایک بچہ اسے دھکا دیتے ہوئے بولا جبکہ پیچھے کھڑے باقی کے بچے بھی اسے غصے سے تک رہے تھے۔ہوش سنبھالنے کے بعد سے اس پر یہ بات آشکار ہوئی کہ دھوپ کے باعث اس کی آنکھوں اور بالوں کا رنگ سرخی مائل ہو جاتا ہے جبکہ عموماً کالا رنگ ہی رہتا ہے۔

"تمھاری ماں ہو گی چڑیل۔۔۔۔۔۔دھکا کیسے دیا مجھے "اور پھر چھوٹی اوز گل نے اسی کے بلے سے اس بچے کا سر پھاڑ دیا۔

"آئندہ اگر میرا نام بگاڑنے کی کوشش کی تو سب کا سر اسی طرح پھاڑوں گی "انگلی اٹھا کر تمام بچوں کو تنبیہہ دی جواب سہمے سے کھڑے تھے۔

اور پھر اس کے بعد سے تمام بچے اوز گل سے کترانے لگے بلکہ بعض تو اب اسے زبردستی اپنے ساتھ کھیل میں بھی شامل کیا کرتے تھے وجہ سب کا اس سے ڈرنا اور پھر جہاں پر اوز گل ہوتی وہ ٹیم ہمیشہ جیت کر ہی رہتی تھی یوں کہنا مناسب ہو گا کہ لوگ اپنے فائدے کے لیے اسے ساتھ شامل کرتے جس سے وہ بخوبی واقف تھی۔ اس کا سارا بچپن اسی مار دھاڑ میں گزرا والدین تو چھوٹی عمر میں ہی چل بسے تھے دادا اور دادی نے ہی اسے پالا پوسا۔اکلوتی پوتی ہونے کے ناطے اس کی تربیت پر بہت

دھیان دیا گیا لیکن اس کی لڑاکا طبیعت کو پھر بھی بدل نہ سکے۔اور وہ اپنی انہی عادات کے ساتھ بڑی ہوتی گئی جتنی وہ لا ابالی نظر آتی اتنی تھی نہیں فطرتاً وہ بہت کم گو تھی۔ایک اسرار چھپا تھا اس کی شخصیت میں ایک گہرائی تھی اس کی آنکھوں میں جسے آج تک اس کے دادا دادی بھی نہ سمجھ سکے تھے۔اس کے بالوں اور آنکھوں کے بدلتے رنگ کو انہوں نے ایک معجزہ سمجھ کر قبول کر لیا تھا لیکن باہر والوں کو کوئی بات سمجھانا بیکار تھا خود اوزگل کو اکثر یہ بات کھٹکتی تھی کہ آخر کو یہ کیسے ممکن ہے۔اس لیے وہ دھوپ میں باہر جاتے ہوئے اپنے بالوں کو ہمیشہ چھپا کر رکھتی تھی جبکہ آنکھوں پر کالے چشمے لگا لیتی۔

www.novelsclubb.com

دادی کی آواز پر وہ سوچوں کی دنیا سے باہر آئی اور پھر ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھ کر کچھ بڑبڑائی "یادِ ماضی عذاب ہے یارب"۔اپنا بیگ اور کتابیں اٹھائے وہ کمرے سے نکل گئی اس کے جاتے ہی کمرے میں ایک اجنبی سی خوشبو پھیلنے لگی۔

"آج تو آخری پرچہ ہے تمھارا چھٹیاں ملیں گی پھر؟" مراد صاحب نے اخبار پڑھتے ہوئے اوز گل سے پوچھا جو ناشتے کے ساتھ پھر پورا انصاف کر رہی تھی۔

"آف کورس ملیں گی دادا جان اور پھر ہم دیر تک اپنی نیندیں پوری کریں گے" چھٹیوں کا سوچ کر ہی اسے گدگدی سی ہونے لگی۔

"کوئی لورئ نیندیں شیندیں پوری کرنے کی۔۔۔۔ تیرا ماما کئی ویلے فون کر کے پوچھ چکا ہے تیری چھٹیوں دا وہ تجھے قطر بلوانا چاہ رہا ہے" دادی نے اسے اطلاع دی۔

قطر کا نام سن کے اس کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا جسے اس نے نظر انداز کر دیا نہ ہی دادا اور دادی نے دھیان دیا "واہ واہ یہ میری اتنی قدر کب سے ہو گی کہ مجھے قطر

بلوایا جارہا ہے۔۔۔۔اور وہ میری کھڑوس ممانی کیسے مان گی بھلا؟"

دادی نے اسے گھورا"چپ کر جالڑکی تیری یہ زبان ایک دن تجھے کسی سے پٹوا کر رہے گی"۔جبکہ وہ اثر لیے بنا اب دادا کے ساتھ مل کر شاپنگ کا پلین بنانے لگی۔ اور پھر یہ تو طے تھا کہ وہ خود نہیں جارہی تھی بلکہ اسے بلایا جارہا تھا ایک خاص کام اور خاص مقصد کے لیے جس کے ایک طرف موت منہ کھولے کھڑی تھی تو دوسری طرف زندگی بانہیں پھیلائے منتظر۔

www.novelsclubb.com

•••••••

سورج سوا نیزے پر تھا اور صحرا کی یہ زمین آگ اگل رہی تھی لیکن پھر بھی کچھ مہم جو لوگ گرمی سے بے نیاز اس طرف آنکلے تھے۔وہ تین انگریز تھے جن میں دو

مرد اور ایک عورت شامل تھی۔ صحرائے دوحہ میں ایک حد تک داخل ہونے کی اجازت تھی وجہ یہاں پر ہونے والی پراسرار قسم کی چند اموات تھیں جس نے اس علاقے میں خوف وہراس پھیلا رکھا تھا اور لوگ اب یہاں آنے سے احتراز برتتے تھے۔ یہاں کے کچھ مقامی بزرگوں کا ماننا تھا کہ یہ صحرائی بلائیں ہیں جو ایک بار پھر سے جاگ چکی ہیں جبکہ پولیس والے اس بات سے متفق نہیں تھے لہٰذا وہ اپنے انداز میں تفتیش جاری رکھے ہوئے تھے۔ لیکن یہ سر پھرے لوگ اس وقت ممنوعہ حصے میں داخل ہو چکے تھے اور اپنے اطراف کا جائزہ لینے میں مگن تھے۔ ہر سو موت کی سی ویرانی چھائی تھی چرند پرند تک کا نام ونشان نہ تھا یہاں پر حالانکہ صحرا کے وسط میں بہت سے عقاب پرواز کرتے ہوئے نظر آئے تھے پر اس حصے میں ایک سکوت تھا۔

"ایرک مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔۔ کہیں سچ میں کوئی مخلوق نکل آئی تو کیا

ہو گا" لینا نے لہجے کی کپکپاہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔اس کا دل تو پہلے بھی راضی نہ تھا یہاں آنے کے لیے لیکن اپنے دوستوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے آنا پڑا۔

ایرک جو ٹیلی سکوپ پکڑے کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا اس کے بات پر مڑا" تو ہم تمھیں اس مخلوق کے حوالے کر دیں گے۔۔۔۔ویسے بھی اتنی بری نہیں ہو ایٹ لیسٹ وہ بلا تو قبول کر ہی لے گی تمھیں" سراسر مذاق اڑایا گیا۔

جیک کا قہقہہ ابھرا" کافی زبردست آئیڈیا ہے یوں کرنا کہ تم اس بلا سے شادی ہی رچا لینا پھر اس کے بعد بن جاؤ گی تم اس صحرا کی ملکہ اور ہم آپ کے وزیرِ خاص"۔

لینا نے منہ پھلائے دونوں کو ایک ایک تھپڑ مارا اور ان سے ناراض ہو کر آگے بڑھ گئی۔" رک جاؤ لڑکی نقشہ دیکھ کر چلو کہیں بھٹک گئے تو لینے کے دینے پڑ جائیں

گے "ایرک نے آواز دے کر اسے روکا لیکن وہ بدستور چلتی رہی جیک اب تک ہنسا جا رہا تھا۔اچانک ایک غیر انسانی چیخ گونجی۔آواز اس قدر کریہہ تھی کہ ان تینوں نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور نیچے بیٹھتے چلے گئے۔کانوں سے خون کے قطرے نکلنے لگے اور وہ درد کی شدت سے تڑپ اٹھے۔لیکن پھر ایک دم سے وہ آواز بند ہو گئی اُن تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا چند لمحوں میں ہی تینوں کے چہرے پیلے پر گئے تھے اور ان پر موت کی زردی گھلی ہوئی تھی۔

لینا کا تو سب سے برا حال تھا وہ بمشکل اٹھتے ہوئے بولی "ایرک، جیک وہ بلا آ گئی۔۔۔وہ آ گئی اب ہم میں سے کوئی نہیں بچے گا"

"ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہو گا" جیک نے اپنے حواس مجتمع کیے لینا نے تو رونا شروع کر دیا تھا اور ایرک وہ تو جیسے برف کا مجسمہ بن چکا تھا۔اسے یقین نہیں آ

رہا تھا کہ یہ سب جو ہوا وہ خواب تھا یا حقیقت۔

"اوہ ایرک کم آن کیا ہو گیا ہے تمھیں" جیک اسے کھینچتے ہوئے زمین سے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اب کے فضا کسی کے قہقہوں سے گونج اٹھی۔

"اِلی اَین تذھب؟ (کہاں جا رہے ہو)" پھٹی ہوئی سی آواز گونجی اور دور سے ایک ہیولہ آتا ہوا دکھائی دیا۔

وہ تینوں دم سادھے اس ہیولے کو دیکھنے لگے جو آہستہ آہستہ واضح ہو رہا تھا۔

"چچ چلو یہاں سے پلیز" لینا کے حلق سے پھنسی ہوئی آواز نکلی ان کے قدم جیسے کسی نادیدہ ہاتھوں نے جکڑ لیے تھے۔

"ماھی بھذہ السرعۃ؟ أألن تتزوج ھذا المخلوق؟"(اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ کیا اس مخلوق سے شادی نہیں کرو گی؟)اب کے وہ بلا اچانک سے لینا کے سامنے نمودار ہوئی اور اس سے پوچھا۔

افف اس قدر خوفناک بلا، لینا نے مارے خوف کے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے جبکہ ایرک اور جیک بھی اسے اتنے قریب دیکھ کر تھر تھر کانپنے لگے۔ وہ نساس تھا خوفناک آدھا انسان جس کا آدھا سر، ایک بازو اور ایک ٹانگ بلکہ پورا جسم ہی آدھا تھا۔ وہ اس صحراء میں پایا جانے والا ایسا عفریت تھا جو کسی پھرکی کی طرح تیزی سے گھومتا تھا۔ نساس نے اپنے آدھے سڑے ہوئے چہرے کو ایرک اور جیک کی جانب گھمایا اور دونوں کو صرف چھو کر ہی بے گوشت کر دیا یہ اس کی طاقت تھی اور بے حد پسندیدہ کھیل۔ نیچے ریت پر اب دو ڈھانچے ہی نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ لینا کی جانب واپس مڑا جو منہ چھپائے کھڑی تھی لیکن کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرنے

سے بھی بھلا کبھی بلی گئی ہے کیا؟اور پھر یہ تو نساس تھا ایک عفریت،ایک صحرائی بلا تو وہ کیسے اپنے شکار کو چھوڑ دیتا۔لینا نے کسی احساس کے تحت چہرے سے ہاتھ ہٹایا اور پھر چیختے ہوئے الٹے پاؤں بھاگی نساس کے آدھے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیلی۔

وہ اپنا پورا زور لگائے آگے بڑھ رہی تھی لیکن نیچے ریت ہونے کی وجہ سے اس کی رفتار خاصی کم تھی۔بیس منٹ لگاتار دوڑنے کے بعد وہ سانس لینے کو رکی۔وہ گھٹنوں کے بل جھکی اپنی سانسیں درست کر رہی تھی اور پھر سر اٹھا کر سامنے لق دق صحراء کو دیکھنے لگی۔

"مام۔۔۔۔ڈیڈ"اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئی ابھی وہ چند قدم آگے بڑھی ہو گی کہ وہ بلا اچانک سے اس کے سامنے نمودار ہوئی اور اسے گردن سے پکڑ کر ڈھیر کر گئی۔

"أنا أكره التأخير" (مجھے تاخیر سے نفرت ہے) وہی پھٹی ہوئی آواز گونجی اور پھر ایک نظر سامنے پڑے ڈھانچے پر ڈال کر وہ خود کو گھسیٹتے ہوئے ہوا میں تحلیل ہونے لگا۔

بستیوں سے بھی زیادہ شور ہے
کون اتنا چیختا ہے دشت میں

www.novelsclubb.com

کس طرح خود کو بچائے گا کوئی
ایک نادیدہ بلا ہے دشت میں

•••••••••

پرچہ ختم ہونے کے بعد اوزگل کمرہ جماعت سے باہر نکلی اور ایک گہری سانس لے کر آسودگی سے مسکرائی۔ ساتھ ہی اس کے دو عدد دوست جو کہ بچپن سے ہی اس کے ساتھ تھے منہ لٹکائے باہر آئے۔ اوزگل نے ایک نگاہ سعدا اور سعدیہ پر ڈالی "کہا بھی تھا میں نے دونوں کو کہ یہ پیپر مشکل ہو گا لیکن نہیں بلال سعید کا کنسرٹ زیادہ ضروری تھا ناں"۔

www.novelsclubb.com

"اوہ یار امٹی پاواب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔۔۔ ویسے بھی پاس تو ہو ہی جائیں گے" سعدیہ موڈ ٹھیک کر کے لاپرواہی سے بولی جبکہ اس کا جڑواں بھائی تاہنوز منہ لٹکائے کھڑا تھا۔

"اب تم کیوں دیوداس بنے ہوئے ہو؟"اوز گل نے اپنی سرخ ہوتی آنکھوں پر چشمہ پہنتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ویر میرے ویسے بھی ادھر تجھے کوئی پاروئ لبھنی"سعدیہ اردو اور پنجابی کا مکسچر بناتے ہوئے بولی اوز گل کی ہنسی بے ساختہ تھی۔جبکہ سعد اپنا غبارے جیسا منہ لیے وہاں سے چل پڑا۔

"چھڈو جی۔۔۔۔تو بتا ریڈ آئیز کیا ارادہ ہے چھٹیوں میں کیا کرے گی؟"سعدیہ نے اب پوری توجہ اوز گل کی طرف مرکوز کی۔

"اپنی ممانی کا جینا حرام"

"او تیری وہ بھلا کیسے؟"

"قطر جا کے۔۔۔"

"سچی" سعدیہ حیرت کے مارے چیخی جس پر بہت سے طلباء نے ان کی جانب دیکھا۔اوز گل نے اپنی آنکھیں گھمائی اور پھر اثبات میں سر ہلا کر اسے ہاتھ سے پکڑ کر کینٹین کی جانب بڑھ گئی جدھر سعد کا سعد نامہ ان کا انتظار کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

سعد اور سعدیہ ان کے پڑوس میں رہا کرتے تھے۔ان تینوں کی دوستی سکول ٹائم سے تھی۔وہ دونوں ہی بہت خوش اخلاق تھے کبھی بھی دوسرے بچوں کی طرح انہوں نے اوز گل کی پراسرار ذات کو نشانہ نہیں بنایا بلکہ وہ ہمیشہ ہی اس کے قریب رہا کرتے تاکہ وہ خود کو تنہا محسوس نہ کرے حالانکہ اوز گل بہت کم بات چیت کیا

کرتی تھی جبکہ اس کے برعکس سعد اور سعدیہ نان سٹاپ بولتے ہی رہتے تھے۔

اوزگل اکثر انہیں تنگ کرنے کے لیے کہتی کہ "میری زندگی آلریڈی اتنی عجیب ہے اوپر سے تم دو عجیب نمونے بھی مجھ پر مسلط ہو گئے ہو" لیکن وہ کبھی برا نہ مناتے۔اب بھی کینٹین سے کچھ کھانے کے بعد وہ واپسی کے لیے نکلے ساتھ ساتھ سعدیہ کی زبان بھی تیزی سے چل رہی تھی جو رات کے کنسرٹ کی روداد من و عن اوزگل کو سنانے میں مصروف تھی جبکہ اسے قطعی کوئی دلچسپی نہ تھی سننے میں۔

ابھی وہ تینوں یونیورسٹی سے تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ ٹائر چرچرانے کی آواز آئی اور سامنے سے ایک بے قابو ہوتی گاڑی فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔اوزگل نے جلدی سے دائیں جانب دیکھا اور کسی احساس کے تحت گاڑی کے بونٹ پر ہاتھ رکھ دیا جو ان کے قریب پہنچ چکی تھی۔ حیرت انگیز طور پر وہ گاڑی اپنی جگہ پر ٹھہر گئی جبکہ ٹائروں کی آواز بدستور آ رہی تھی۔ گاڑی کا انجن آن تھا لیکن اوزگل کی طاقت نے اسے روک رکھا تھا۔کچھ سوچ کر اس نے اپنی گوگلز اتاری اور سورج کی شعاعوں

سے سرخ پڑتی آنکھوں سے گاڑی کو گھورا اب کہ انجن بھی بند ہو گیا۔ پھر وہ رکی نہیں اور تیزی سے دوسری گلی میں مڑ گئی۔ وہ تو شکر ہے کے وہاں پر اکا دکا لوگ تھے ورنہ بلاوجہ ہی تماشہ لگ جاتا اس نے سوچا۔

"او تیری۔۔۔۔۔۔ہماری ریڈ آئیز تو سپر وومین نکلی" سعدیہ چہرے پر بچوں سی خوشی لیے بولی۔

"شش سپیکر پر اعلان کرو گی کیا" سعد نے اس کی اونچی آواز پر ڈپٹا۔

اس نے جلدی سے منہ پر ہاتھ رکھا مبادا کوئی اور جملہ نہ پھسل جائے منہ سے "میں بھی ناں بس کملی ہوں۔۔۔آگے ہی میری بچاری سہیلی کو سب عجیب بولتے ہیں اگر کسی کو اس واقعے کی بھنک بھی پڑ گئی تو یہ لوگ میری سہیلی کا جینا ہی حرام کر دیں

گے "سعدیہ کو ہول اٹھنے لگے۔

"اچھا اب چلو اوز گل کو ڈھونڈیں پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئ" سعد کو فکر ہوئی۔

"ویرے مجھے نہیں لگتا کہ اب وہ ہمارے ہاتھ آئے گی۔۔۔۔تو جانتا نہیں کیا اسے۔۔۔۔چل ہم گھر چل کر ہی اس کا انتظار کرتے ہیں" سعدیہ نے بھائی سے کہا اور پھر وہ لوگ اپنے گھر کی جانب چل پڑے۔دونوں ہی جانتے تھے کہ جب بھی اوز گل کے ساتھ کوئی عجیب سا واقعہ پیش آتا تو وہ خود کو بلکل الگ تھلگ کر لیتی یا پھر منظر سے ہی غائب ہو جاتی۔اب بھی وہ شاہی قلعے کی اندرونی عمارت میں موجود دیوان خاص کے ایک سمت بیٹھی ان تمام واقعات کو سوچ رہی تھی جو وقتاً فوقتاً اسے پیش آئے تھے۔اس کا ذہن جب بھی منتشر ہوتا وہ ایسی ہی جگہوں پر آتی پرانی باقیات، قلعے، کھنڈر اور محلات اسے بہت فیسینیٹ کیا کرتے تھے۔

"میں بھلا کیا ہوں اور یہ کیسی طاقتیں ہیں مجھ میں ؟" یہ سوال پھر سے اس کے ذہن میں کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ مسئلہ تو یہ تھا کہ وہ دادا اور دادی سے بھی ڈسکس نہیں کر سکتی تھی۔ دادی کا کیا بھروسہ انہوں نے تو یہی کہنا تھا کہ بچی پر آسیب کا سایہ ہو گیا ہے دم درود کرواؤ۔

"میرے خواب، یہ سرخ رنگ، یہ عجیب طاقتیں ان سب کا آپس میں کوئی نہ کوئی تعلق تو ہے" اتنی سمجھدار تو تھی ہی وہ کہ درست اندازے لگا لیا کرتی۔ خواب سے اسے صبح کا وقت یاد آیا جب وہ لائبریری میں بیٹھی خوابوں کی تعبیر والی کتاب پڑھ رہی تھی پاس دو اور کتابیں بھی پڑی تھیں خوابوں سے متعلق لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔

"افف ساری کتابیں چھان ماری لیکن مجال ہے جو مجھے ایک پوائنٹ بھی اپنے خواب کے متعلق ملا ہو" وہ وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی تعبیر جاننے کی ساری

ایکسائٹمنٹ کہیں اڑن چھو ہو گئ۔

وہ ایک ہاتھ گال تلے رکھے اپنی دوسری جانب بنے اس دیوانِ خاص کو دیکھ رہی تھی جو مغلیہ طرز کا ایک شاہکار تھا جب اچانک سے ایک اسکرین نما چیز اس کے سامنے ابھری۔اسے تو وہ سکرین ہی لگی جس میں گھٹنوں کے بل چلتی ہوئی ایک بچی تھی صحراء کا منظر دکھایا جا رہا تھا پھر روشنی ابھری اور مناظر تیزی سے بدلتے گئے اور پھر سکرین غائب ہو گئ۔اوزگل نے اپنی پلکیں جھپکیں "یہ کوئی فلم تھی یا پھر فلیش بیک۔۔۔۔پر یہ مجھے ہی کیوں نظر آیا"اس نے گردن گھما کر اپنے اطراف میں نگاہ دوڑائی لوگ مگن انداز میں اس قلعے کی سیر کر رہے تھے کسی کا بھی دھیان اس طرف نہ تھا۔

"جو ہو گا دیکھا جائے گا۔۔۔۔اوزگل نہ کبھی کمزور پڑی ہے اور نہ پڑے گی"کیا

ملکاؤں جیسا یقین تھا اس کے لہجے میں۔وہ اٹھی اور اپنے کپڑے جھاڑ کر مضبوطی سے قدم جماتی واپسی کے لیے مڑ گئی۔

•••••••••

صدیوں پرانا سفید محل آج بھی ویسا ہی تھا ٹھنڈا، روشن اور پراسرار۔ محل کی راہداریوں سے گزرتے ہوئے اگر دائیں جانب کو مڑا جائے تو وہاں دربار لگا ہوا تھا جس میں کافی تعداد میں لوگ شامل تھے۔بظاہر تو وہ انسان ہی نظر آتے تھے لیکن وہ اس دنیا میں رہنے والی ایک الگ مخلوق تھے۔ صحرائی مخلوق جن کے بارے میں آج تک کوئی انسان نہ جان پایا تھا۔اوپر بنے چبوترے پر ان سب کا بادشاہ براجمان تھا۔ سفید پوشاک پہنے جو ریت کی طرح اڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ساتھ ہی زرا سا نیچے انعام ہاتھ باندھے کھڑا تھا جبکہ تخت کے پیچھے وہی دو ملازم کھڑے تھے جن کے

ماتھے کے بیچ سینگ تھا، ہاتھوں میں نیزے پکڑے وہ کسی مجسمے کی مانند جامد تھے۔ بادشاہ نے ہاتھ کے اشارے سے دربار جاری کرنے کا حکم دیا۔

ایک آدمی آہستگی سے آگے بڑھا اور سر جھکا کر اپنی بات کا آغاز کیا" بادشاہ سلامت عفریت نساس نے اپنا گھناؤنا کھیل پھر سے شروع کر دیا ہے اور ہم چاہ کر بھی اسے روک نہیں پا رہے "اس کی پیٹھ کی جانب سے پَر نکلے ہوئے تھے مکھی کے پروں کی مانند باریک پَر۔

www.novelsclubb.com

" بادشاہ سلامت صرف انسانوں ہی نہیں بلکہ کیش قوم کو بھی اس سے خطرہ لاحق ہے۔۔۔۔۔نساس نہ صرف خود جاگا ہے بلکہ وہ اپنے ساتھ دوسری بلاؤں کو بھی ضرور اٹھائے گا"اب کے ایک بزرگ نہایت پریشانی سے بولا۔اور پھر یکے بعد دیگرے سب ہی اپنی تشویش ظاہر کرنے لگے۔ بادشاہ نے سب کی بات بغور سنی

اور پھر آخر میں ان سب سے مخاطب ہوا۔

"اب وقت آچکا ہے کہ ہم اپنی نجات دہندہ کو بلائیں۔۔۔۔ایک وہی ہے جو ان خونی بلاؤں سے سب کو نجات دلا سکتی ہے"۔انعام نے ایک نظر بادشاہ پر ڈالی اور پھر سامنے دیکھنے لگا اسے اب انتظار تھا تو آنے والے حکم کا۔

(میلوں دور کہیں ایک لڑکی شیشے کے سامنے کھڑی اپنے کالے لمبے بال سنوار رہی تھی)

www.novelsclubb.com

"وہ نہ صرف اشرف المخلوق ہے بلکہ بہت سی طاقتوں کی مالک بھی ہے"۔

(بالوں میں کنگھا کرنے کے بعد وہ کمرے کے ایک جانب بڑھی اور بالکنی کا دروازہ

کھول کے سورج کی روشنی میں قدم رکھا)

"وہ طاقتیں جو اسے چاند کی روشنی سے عنایت ہوئی ہیں"۔

(ریلنگ پر ہاتھ دھرے وہ سامنے آسمان میں اڑتے پرندوں کو دیکھنے لگی۔۔۔۔
دھوپ کے باعث دھیرے دھیرے اس کے بالوں کا رنگ تبدیل ہو رہا تھا)

"چاند جس کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے لیکن وہی چاند خیر کا باعث بھی ہے"۔

(اس کے بال اور آنکھیں اب سرخی مائل ہو چکے تھے۔۔۔۔اسے پسند تھا یہ رنگ
اس رنگ کو دیکھ کر اسے خود پر ملکہ کا گمان ہوتا تھا۔۔۔وہ ملکہ جس کے بارے میں
بچپن میں اس نے کہانی کی ایک کتاب میں پڑھ رکھا تھا جو سرخ بالوں والی

تھی۔۔۔جو اپنی قوم کی نجات دہندہ تھی۔۔۔جو لوگوں کی مددگار تھی۔۔۔رحم دل ملکہ)

"وہ چاند جو لوگوں کے دماغ کا پانی اپنی طرف کھینچتا ہے جو سمندری لہروں کے مدوجذر کا باعث ہے لیکن اسی چاند کی بدولت کیشیہ بنی سب سے منفرد۔۔۔ چودھویں کی رات کو پیدا ہونے والی اس آدم زادی کو چاند نے اپنا خیر ہی بخشا ہے"۔تمام درباری دم بخود ہو کے بادشاہ کے انکشافات سن رہے تھے جبکہ انعام چہرے پر سنجیدگی لیے سر جھکائے کھڑا تھا کیونکہ وہ واقف تھا ہر بات اور ہر راز سے۔

(وہ اپنی سرخی مائل آنکھوں سے اب نیچے باغیچے میں کام کرتے مالی کو تک رہی تھی اچانک اسے ایک شرارت سوجھی۔اس نے اپنی آنکھوں سے پھولوں پر فوکس کیا

جو کہ اس کی طاقت سے اب پودوں سے ٹوٹ کر مالی کے ارد گرد اڑنے لگے۔وہ دھیرے سے ہنسی اور مالی کی جانب دیکھا جو غش کھانے کے قریب تھا جب دادا کی آواز پر اس نے دوسری طرف گردن موڑی جو گاڑی کے پاس کھڑے اسے نیچے آنے کا اشارہ کر رہے تھے صد شکر کے ان کی نظر کونے میں کھڑے مالی پر نہیں گئ ۔وہ سر ہلاتی مڑی اور واپس کمرے میں آگئ بال اور آنکھیں دونوں اب اپنے سابقہ رنگ میں آنے لگے)۔

"تو بادشاہ سلامت اس آدم آزادی کو بلایا جائے آخر دیر کس بات کی" دائیں جانب سے ایک آدمی بولا۔

"وہ آئے گی ضرور آئے گی۔۔۔۔۔۔یہ صحراء اسے بلا رہا ہے" یہ کہتے ساتھ ہی انہوں نے درباد برخاست کر دیا اور اٹھ کر ایک طرف کو چل دیے۔باقی تمام لوگ

بھی اب ایک ایک کر کے سفید محل کے داخلی دروازے کی جانب بڑھنے لگے۔

انعام اپنے آقا کے پیچھے چلا گیا وہ جانتا تھا کہ آقا اسی کے منتظر ہوں گے۔

"آقا حکم کریں" انعام مؤدب انداز میں بولا۔

بادشاہ نے ہوا میں معلق ایک ڈبہ اس کی جانب بڑھایا جسے انعام نے ہاتھ بڑھا کر تھاما" یہ امانت پہنچا دی جائے اور میں جانتا ہوں کہ تم سے بہتر یہ کام کوئی بھی سر انجام نہیں دے سکتا" انعام نے سر ہلایا اور پھر ریت کا گولہ بن کر غائب ہو گیا۔

پیچھے کھڑے بادشاہ نے اوپر کی جانب سر اٹھایا اور زمین سے چند فٹ اوپر اٹھ کر آنکھیں بند کیے کچھ پڑھنے لگے شاید وہ کوئی حصار قائم کر رہے تھے کیونکہ جب تک کیشیہ نہیں آجاتی انہوں نے ہی اپنی قوم کو محفوظ رکھنا تھا۔ ہوا میں معلق ان کا ریتیلا وجود اب گھنٹوں اسی حالت میں رہنا تھا۔

دنیا کے دوسرے سرے پر اگر دیکھا جاتا تو شہر لاہور میں اس وقت رات کا سماں تھا۔دکانوں کی چمچماتی روشنیوں نے اندھیرے کو کافی حد تک کم کر دیا تھا۔اوزگل اور دادا جان خریداری کر کے گھر کی طرف رواں دواں تھے جب اوزگل کھڑکی سے باہر تیزی سے پیچھے کو جاتی سڑک کو دیکھتے ہوئے بولی "ویسے انسان کی یاداشت بھی کیا عجب شے ہے ناں دادا کہ تمام تکلیف دہ لمحات کی اذیت کو وقت کے ساتھ کم کر دیتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ تکلیف ختم تو نہیں لیکن کم ضرور ہو جاتی ہے وہ وقت وہ لوگ یاد تو آتے ہیں لیکن نہ ہم پہلے کی طرح روتے ہیں نہ ہی ہمارا دل درد کی شدت سے پھٹتا ہے شاید ہم مضبوط ہو چکے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ سوچیں اگر یہ تکلیف، یہ دکھ، یہ اذیتیں ہمیشہ پہلے دن کی طرح ہی تروتازہ رہتیں تو انسان کا وجود سرے سے ہی ختم ہو جاتا یا پھر وہ اس تکلیف کی زیادتی سے اپنے حواس ہی کھو بیٹھتا اور گلیوں کوچوں میں پاگل بنا پھرتا۔اس کا لہجہ مضبوط تھا لیکن مراد

صاحب کو اس میں اداسی گھلی ہوئی محسوس ہوئی۔

"یہی تو اس کائنات کا نظام ہے میرے بچے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ اپنے بندوں کو ان کی برداشت سے زیادہ کبھی نہیں آزماتا۔۔۔۔۔اور اگر آزماتا بھی ہے تو اسی لیے تا کہ ہمارے ایمان کی مضبوطی جانچی جا سکے ایسے ہی تو نہیں اس دنیا کو امتحان گاہ کہا گیا ہے۔یہاں سب نے اپنا پرچہ حل کرنا ہے اور پھر چلے جانا ہے جس کا پرچہ اچھا ہوا اسے نمبر بھی زیادہ ملیں گے اور پھر وہ انعام کا مستحق ہو گا اور جو فیل ہو گیا تو ظاہر ہے پھر اسے سزا ملے گی کیونکہ ان کے پاس تیاری کا وقت تھا لیکن انہوں نے اسے ضائع کر دیا" انہوں نے نور کاٹتے ہوئے وہیں سے سلسلہ کلام جوڑا۔

"اللہ پاک نے انسان کو اس دنیا میں بھیجا اور اس کے سامنے دو راستے رکھے ایک بدی کا راستہ اور ایک اچھائی کا، ساتھ ہی اسے عقل و شعور بھی عطا کیا اب یہ انسان پر

منحصر ہے کہ وہ کس راستے کا انتخاب کرتا ہے" مراد صاحب نے اسے نرمی سے سمجھایا وہ سمجھ چکے تھے کہ اوزگل کو اپنے والدین کی یاد آرہی ہے لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کی یہ پوتی کبھی کسی کے سامنے کمزور نہیں پڑے گی۔

اوزگل ہولے سے مسکرائی" پتہ ہے دادا جان مجھے اپنے رب پر بہت پیار آتا ہے پوچھے کیوں۔۔۔۔ چلیں میں بتاتی ہوں۔ ہمارا رب بہت مہربان ہے ہماری سوچ سے بھی زیادہ، بھلے وہ ہم سے ہمارے پیارے چھین لیتا ہے جن کا کوئی نعم البدل نہیں لیکن وہ پھر ہمیں ایسے لوگ عطا کرتا ہے جن کی موجودگی ہماری ذات کو کبھی خالی نہیں رہنے دیتی جیسے آپ اور دادی جیسے سعدیہ اور سعد"۔ مراد صاحب بھی اس کی بات سن کر مسکرائے اور سوچا بھلے کتنی ہی لڑاکا اور سڑیل ہو یہ لڑکی لیکن دل کی بڑی پیاری ہے۔

وہ مزید بولی "ہم اس سے کتنا ہی شکوہ کیوں نہ کر لیں وہ پھر بھی ہم سے ناراض نہیں ہوتا۔۔۔وہ ہماری سنتا ہے کبھی ہم سے منہ نہیں موڑتا۔۔۔میں نے بارہا اللہ سے اپنے والدین چھیننے کا شکوہ کیا پر ایک وقت آیا جب مجھے احساس ہوا کہ یہ سب تو اللہ کا ہی ہے ہم سب اسی کی امانت ہیں ہم سب نے واپس اسی کے پاس جانا ہے تو پھر شکوہ کیسا ہمارا اپنا تو کچھ بھی نہیں ہے" وہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے بولی جا رہی تھی وہ مثبت تھی نہیں پر وقت گزرنے کے ساتھ ہو گئی تھی والدین کی جدائی نے اسے توڑا نہیں تھا بلکہ مضبوط بنایا تھا کیونکہ وہ ملکہ تھی اور ملکہ کبھی ٹوٹا نہیں کرتی۔

www.novelsclubb.com

"میری پوتی کچھ زیادہ ہی سمجھدار نہیں ہو گئی یعنی اب ہمیں لڑکا ڈھونڈنے کی مہم شروع کر دینی چاہیے" مراد صاحب مسکراہٹ دبائے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے بولے۔

ان کی بات پر وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی کچھ دیر پہلے کا بڑا پن چٹکیوں میں غائب ہو گیا"اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے آسٹریلین طوطے زندہ رہیں تو دوبارہ میرے رشتے کی بات نہیں کریں گے "واہ کیا دھمکی دی گئی تھی دادا جان کا تو منہ ہی اتر گیا۔ انہوں نے اب اپنی پوری توجہ ڈرائیونگ کی جانب مرکوز کر لی البتہ چہرہ پھول کر کُپہ ہو گیا تھا جو کہ اس بات کی نشاندھی تھی کہ دادا صاحب ناراض ہو چکے ہیں۔

اوز گل نے کوئی نوٹس نہ لیا وہ ان کے بچپنے سے واقف تھی تبھی نارمل انداز میں بولی "اچھا چلیں آئسکریم کھانے چلتے ہیں پتہ بھی ہے کہ پوتی چار دن بعد ملک سے رخصت ہو رہی ہے زرا مہمان نوازی ہی کر لیں یہ کنجوسیاں میرے جانے کے بعد کر لیجیے گا"۔

"توبہ ہے لڑکی یہاں بوڑھے دادا کے دل پر چھریاں چل رہی ہیں اور پوتی صاحبہ کو

آئسکریم کھانے کی پڑی ہے۔۔۔۔میں کہہ رہا ہوں اگر میرے طوطوں کو کچھ ہوا تو تمھیں میری وسیع و عریض جائیداد میں سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی" خفگی سے وارننگ دی گئی۔

اوزگل نے حسب عادت آنکھیں گھمائیں "افف ایک تو آپ جیسا ظالم دادا میں نے اس پورے لاہور میں آج تک نہیں دیکھا"۔

"دیکھو گی بھی نہیں اینٹیک پیس ہیں ہم" مراد صاحب نے فرضی کالر جھاڑے اور اوزگل سر پکڑ کر بیٹھ گئی جبکہ دادا اب ریڈیو چلانے لگے گاڑی میں انیس سو کے دہائی کا گانا گونج اٹھا۔

مونڈیا

او مونڈیاااا مونڈیا وے

دوپٹہ چھڈ میرا

نی شرماداگھنڈ لائی دا

تے انج نئ ساتاناچائی دا۔۔۔۔۔۔

"داداخدا کو مانیں یہ آپ کے اللہ اللہ کرنے کے دن ہیں اور آپ ہیں کہ نور جہاں کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہے" وہ الجھ ہی پڑی جو کہ اس کا پسندیدہ کام تھا۔

"گستاخ لڑکی خاموش" داداجان کو اپنے اور گانے کی بیچ پوتی کی مداخلت گراں گزری۔اوزگل نے بھی اب موبائل نکال لیا اور اس میں مصروف ہو گئ۔"ہونہہ بھاڑ میں گی آئسکریم کھلانی ہو گی تو خود ہی کھلا دیں گے اوزگل نہیں کرتی ترلے منتیں" وہ بڑبڑائی باہر قطرہ قطرہ پگھلتی رات اور گیارہویں کا چاند جیسے اس کے کڑھنے پر مسکرا دیے۔

•••••••

آج چاند کی تیرھویں رات تھی یعنی اوزگل کے جنم دن سے ایک روز قبل کی رات۔چاند تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔رات بارہ سے ایک کے درمیان کا عمل تھا جب اوزگل کے کمرے کی بالکنی کا پٹ آہستہ سے وا ہوا اور اس پر دھرا سفید پردا کسی دوشیزہ کے دوپٹے کی مانند لہرانے لگا۔وہ گھڑی آ پہنچی تھی جب اوزگل کو وہ خاص زنجیر پہنائی جانی تھی۔وہ اپنے بیڈ پر سر منہ لپیٹے گہری نیند سو رہی تھی جب ریت کا ایک گولی سا بالکنی سے ہوتے ہوئے اندر داخل ہوا اور پھر اوزگل کے پیڈ کے قریب آ کر رک گیا۔اب ریت کے گولے نے انعام کی شکل اختیار کر لی تھی وہ زرا سا جھکا اور اوزگل کے چہرے پر پھونکا جس سے وہ نیند میں ہی بے ہوش ہو گئی پھر آہستگی سے اس نے اوزگل کو اٹھایا اور ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

چند پلوں بعد وہ اوز گل کو بازوؤں میں پکڑے ایک پرانی سی جگہ پر نمودار ہوا۔ چاند کی روشنی اچھی خاصی پھیلی ہوئی تھی جس سے آس پاس کا منظر کسی حد تک دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کامران کی بارہ دری تھی جسے مغل شہنشاہ بابر کے بڑے فرزند کامران مرزا نے بنوایا تھا۔ بارہ دری ایک ایسی عمارت ہوتی ہے جس کے بارہ دریا یوں کہہ لیں دروازے ہوتے ہیں تاکہ آزاد ہوا کا بہاؤ ممکن ہو۔ بابر کی وفات کے بعد لاہور پر کامران مرزا کا قبضہ ہو گیا 1530ء میں اس نے شہر میں اپنا باغ تعمیر کروایا۔ اسی باغ میں اس نے 1540ء میں یہ بارہ دری تعمیر کروائی، جو لاہور میں تعمیر کی جانے والی پہلی مغلیہ عمارت ہے۔ موجودہ دور میں یہ ایک سیر گاہ بنی ہوئی ہے عوام کشتیوں کے ذریعے دریائے راوی پار کر کے یہاں آتے ہیں اور باغ کا لطف اٹھاتے ہیں۔

انعام نے اسے وہاں موجود ایسی جگہ پر لٹایا جہاں سے چاند کی براہ راست روشنی اس

کے وجود پر پڑ سکے اور پھر وہ چند قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ پورے پندرہ منٹ تک اسے چاند کی نیچے لٹائے رکھنا تھا تاکہ چاند کی روشنی اس کے دل کے اندر تک پہنچ سکے اگر یہ عمل ادھورا رہ جاتا تو پھر اس چمکتی زنجیر کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ اس زیور نے تو ایک طرح سے اس کی رہنمائی کرنی تھی۔ اس لیے ان کالی طاقتوں سے لڑنے کے لیے اس سفید روشنی کا ایک مقررہ وقت تک اوزگل کے جسم میں داخل ہونا بے حد ضروری تھا۔ پندرہ منٹ گزرنے کے بعد انعام اس کے قریب ہوا اور اپنا ایک ہاتھ آگے کیا جس پر وہ چمکتی زنجیر برآمد ہوئی اور پھر اوزگل کی کلائی نرمی سے پکڑ کر اسے وہ پہنا دی۔

www.novelsclubb.com

"اب سے تمھارا کام شروع ہوتا ہے" انعام نے اس کے پُر سکون چہرے کو تکتے ہوئے کہا۔

"بظاہر تم اس جنگ میں اکیلی ہو لیکن انعام پل پل تمھارے ساتھ رہے گا۔۔۔۔یہ وعدہ ہے میرا تم سے "کچھ ساعت وہ اپنی آگ رنگ آنکھوں سے اسے دیکھے گیا اور پھر وقت کا احساس ہونے پر اوزگل کو اٹھایا اور ریت بن کر غائب ہو گیا۔یوں اس صدیوں پرانے تاریخی مقام پر ایک اور تاریخ ایک اور کہانی رقم ہو گئ جس کا راز کبھی کو نہ ملنا تھا۔

کمرے میں آنے کے بعد اس نے اوزگل کو اپنی سابقہ جگہ پر لٹایا"الوداع کیشیہ" اور اس کے کان میں سرگوشی کرنے کے بعد ریتیلا گولہ بن کر کھڑکی سے نکل گیا۔ اوزگل ایک گہری سانس لے کر جاگی یوں جیسے اسے پانی سے نکالا گیا ہو اس کے کانوں نے واضح "الوداع کیشیہ" کے الفاظ سنے تھے اور اوزگل کو لگ رہا تھا جیسے وہ یہ نام پہلے بھی سن چکی ہے لیکن کہاں اسے یاد نہ آیا پر یہ نام اجنبی تو ہر گز نہ تھا اس نے دماغ میں سوچا۔ساتھ ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کہیں گئ تھی کچھ دھندلا

دھندلا سا اس کے ذہن کے پردے پر ابھر رہا تھا کیا اس نے خواب دیکھا تھا یا پھر۔۔۔۔۔۔۔وہ آگے کچھ سوچتی جب اس کی نظر کلائی میں چمکتی ایک خوبصورت زنجیر پر پڑی جس سے چاند تارے لٹک رہے تھے "اوہ میرے خدا یہ کہاں سے آیا۔۔۔۔تو اس کا مطلب سچ میں کوئی میرے پاس موجود تھا" اسے کمرے میں اجنبی سی خوشبو بھی محسوس ہوئی لیکن وہ گھبرائی نہیں بلکہ سوچ میں پڑ گئ۔

"پر میری آنکھ کیوں نہیں کھلی؟" ہلکی سی آہٹ پے اٹھنے والی کو اپنی بے ہوشی کی نیند پر تشویش ہوئی اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا جہاں پر ریت کے ذرے اٹکے ہوئے تھے جنہیں دیکھ کر اس نے دوبارہ ایک گہرا سانس لیا۔

"میرا اور صحراء کا رشتہ شاید بہت پرانا ہے" وہ دھیرے سے مسکرائی اور بال صاف کرنے لگی نیم اندھیرے میں اس بریسلٹ کے چاند تاروں کی چمک آنکھوں کو خیرہ

کیے دیتی۔

"شاید میری زندگی کا وہ پراسرار باب کھلنے والا ہے اور تم جو کوئی بھی ہو مجھے یقین ہے کہ جلد ہی میرے سامنے آؤ گے اور مجھے انتظار رہے گا اس وقت کا" وہ اس اجنبی خوشبو سے مخاطب ہوئی جبکہ دور ایک بلڈنگ کی چھت پر بیٹھے انعام نے بخوبی اس کی آواز سن لی اور اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

آسمان کو تیزی سے سیاہ بادلوں نے ڈھک لیا تھا ساتھ ہی بجلی کڑکنے لگی اور کچھ ہی لمحوں میں تڑتڑ بارش بھی شروع ہو گئی انعام جانتا تھا کہ یہ تو ہونا ہی تھا۔ ادھر اپنے کمرے میں موجود اوزگل اس بن موسم کی برسات پر اور سوچ میں پڑ گئی۔ کانوں میں بھولی بسری ایک فقیر کی آواز سنائی دی جس سے وہ کچھ دن پہلے ہی ٹکرائی تھی اور اس فقیر نے اوزگل کو دیکھ کر کچھ عجیب سی باتیں کہی تھیں "آ گئی تو تیار ہو جا

جنگ کے لیے بس کچھ دن اور پھر ہو گی برسات اور دھل جائے گا ہر خواب

ہاہاہا۔۔۔دھل جائے گا ہر خواب" وہ فقیر اب اپنا سر دھنتے اور دور جاتے ہوئے

یہی بات دہرا رہا تھا جبکہ اوز گل اس وقت اس بے تکی سی بات پر اچنبھے میں پڑ گئ

تھی لیکن اب اسے کچھ کچھ سمجھ آ رہی تھی۔

"آخر کیا ہونے والا ہے کیسی جنگ ہو گی؟" وہ بالکنی میں جا کر کھڑی ہو گئ اور اس

طوفانی بارش کا جائزہ لینے لگی۔

www.novelsclubb.com

وہ بھی چودھویں کی ہی شب تھی جب شجاع مراد کے گھر ایک بچی کی پیدائش ہوئی

صحرائی شہر دوحہ میں آنکھیں کھولنے والی یہ بچی عام بچوں سے مختلف تھی کیونکہ

اسے اسی وقت چنا جا چکا تھا۔اس کے بازو پر اوپر کو ایک نشان تھا آدھے چاند کا نشان

ایک خاص نشان۔ڈاکٹر نے آمنہ اور بچی کو رات میں ہی ڈسچارج کر دیا تھا، جب وہ

ہسپتال سے باہر نکلے اس وقت پورے چاند کی جادوئی روشنی ہر جانب پھیلی تھی۔ ایسے میں شجاع کی گود میں اس بچی نے اپنی کالی آنکھیں کھولیں اور اوپر دیکھا چاند کا عکس براہ راست اس کی آنکھوں میں پڑا اور جب تک وہ گاڑی میں نہ بیٹھ گئے وہ ایسے ہی آنکھیں کھولے اپنی معصوم نظروں سے اوپر دیکھتی رہی۔

وہ اتنی من موہنی تھی کہ ہمیشہ اسے دیکھتے رہنے کو دل چاہتا تبھی مراد صاحب شجاع کے باپ نے اس کا نام اوزگل رکھا یعنی خوبصورت۔ آمنہ اور شجاع قطر کے شہر دوحہ میں مقیم تھے جبکہ شجاع کے والد اور والدہ پاکستان میں رہتے تھے۔ ابھی وہ ایک ماہ کی ہی تھی جب اس کے پاس وہ آیا اوزگل کارٹ میں لیٹی جاگ رہی تھی کہ اور اس کی انگلی اپنی بند مٹھی میں پکڑ لی اور پھر یہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ شخص شاید بچپن سے ہی اسے خود سے مانوس کروانا چاہتا تھا تبھی وہ اپنی پہچان کروا رہا تھا لیکن ایسے کہ وہ جان نہ پائے اور انجان بھی نہ رہے۔

شجاع اور آمنہ پر یہ انکشاف بھی بہت جلد ہو گیا کہ ان کی بیٹی مختلف ہے وجہ اس کے

بالوں اور آنکھوں کے رنگ کا بدلنا جو سورج کی روشنی سے سرخی مائل ہو جاتی۔

شجاع نے تو اس بات کو کچھ خاص اہمیت نہ دی لیکن آمنہ کے دل کو عجیب سی پریشانی نے آن گھیرا اسے بعض اوقات یہ احساس بھی ہوتا جیسے کوئی اس کی بیٹی کے آس پاس ہے اور وہ کسی کو دیکھ کر مسکرا رہی ہے۔۔۔۔۔۔ماں تھی ناں تھوڑی سی تبدیلی پر بھی کھٹک جاتی۔

اوزگل جب آٹھ ماہ کی ہوئی تو ایک روز شجاع اور اس کے دوستوں نے صحراء میں کیمپنگ کا پروگرام بنایا آمنہ کا تو من نہ تھا لیکن پھر بھی شوہر کی خاطر مان گئ۔وہ لوگ عصر کے وقت صحراء میں پہنچے اور اپنے اپنے کاموں میں مگن ہو گئے جبکہ اوزگل پرائم میں بیٹھی کھیل رہی تھی۔شجاع اور آمنہ سمیت تین اور فیملیز تھیں رات گئے تک وہ لوگ آگ کے گرد بیٹھے گپیں لگاتے رہے گوشت بھونا گیا، شجاع کے ایک دوست نے گانا بھی گایا اور پھر سب آرام کی غرض سے اپنے خیموں میں چلے گئے۔

"شجاع مجھے کچھ بے چینی سی ہو رہی ہے ہمیں ایسے ویران صحراء میں رات نہیں گزارنی چاہیے "آمنہ نے اپنی پریشانی ظاہر کی پھولے گالوں والی اوزگل ماں کے پہلو میں لیٹی سو رہی تھی۔

"بیگم پریشان مت ہو ہم محفوظ ایریا میں موجود ہیں اور ویسے بھی صبح جلدی ہی واپسی کریں گے "شجاع نرمی سے بولا ان دنوں صحراء میں داخلہ ممنوع نہیں تھا بلکہ وہ خوفناک بلائیں بھی سو رہی تھیں تبھی اکثر لوگ کیمپنگ کرنے آجایا کرتے تھے۔

"اب سو جاؤ تھک گئی ہو گی "پھر آمنہ کو کندھوں سے پکڑ کر لٹایا اور اس پر چادر درست کر کے خود بھی سونے لیٹ گیا۔ تقریباً دو گھنٹوں بعد اوزگل نیند سے جاگی

اور اٹھ کر بیٹھ گئی اور اپنی کالی آنکھوں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگی پھر وہ خیمے کے داخلی حصے کی جانب کراؤلنگ کرنے لگی۔آج ہی وہ رات تھی جب اسے پہلی دفعہ سفید محل لے جایا جانا تھا اور آج ہی سے انتظار کی گھڑیاں بھی شروع ہو جائیں گی کیونکہ بھلے نساس اور باقی بلائیں ابھی جاگی نہیں تھی لیکن ان کو قابو کرنا اور انہیں ہمیشہ کے لیے سلانا یا پھر یوں کہہ لیں ختم کرنا کیش قبیلے کے بس میں نہ تھا۔انہوں نے بھلے انہیں مصنوعی نیند سلا دیا تھا لیکن خطرہ اب بھی ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔

اوزگل کی آمد نے صحرائی ہواؤں کو گویا رقص پر مجبور کر دیا وہ صحراء اپنی ملکہ کو خوش آمدید کہہ رہا تھا اور دوسری طرف دور بجنے والا ڈھول اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ صحرائی مخلوق کسی کے استقبال کے لیے آ رہی ہے۔اور پھر انعام آیا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا سفید محل جہاں پر مہر لگائی جانی تھی جہاں اس کی زندگی صحراء سے جڑ جانی تھی۔

اس کے کچھ عرصے بعد ہی شجاع اور آمنہ پاکستان شفٹ ہو گئے اور وہیں مراد صاحب کے پاس اپنے آبائی گھر میں رہنے لگے۔ ابھی اوزگل محض تین سال کی تھی جب ایک روز کار حادثے میں اس کے ماں باپ کا انتقال ہو گیا وہ موسم سرما کی راتیں تھی جب وہ میاں بیوی کسی شادی کی تقریب سے واپس آ رہے تھے جب دھند ہونے کے باعث ان کی گاڑی سامنے سے آتے ٹرک سے ٹکرا گئی حادثہ اتنا شدید تھا کہ وہ موقع پر ہی دم توڑ گئے اور اوزگل کو یتیم کر گئے۔ اوزگل کچھ روز والدین کے پیچھے بہت روئی اور چونکہ وہ شجاع کے بہت قریب تھی اور وہ اسے ہر شام پارک لے جایا کرتے تھے اس لیے جب بھی شام کا وقت ہوتا تو وہ مچل پڑتی کہ بابا کہاں ہیں۔ تب مراد صاحب نے انہیں سمجھایا کہ "وہ اللہ میاں کے پاس چلے گئے ہیں اور ادھر سے کوئی بھی واپس نہیں آتا۔ تھیں ان سے بات کرنی ہو تو سر اٹھا کر آسمان میں دیکھنا وہ تمھیں سن تو سکیں گے لیکن جواب نہیں دے پائیں گے" اور اوزگل کے معصوم ذہن میں یہ بات بہت جلد ہی بیٹھ گئی۔ وہ سمجھدار تھی ایک بار کی کہی گئی

بات کو سمجھ جاتی۔ مراد صاحب اور ان کی بیگم کے لیے بہت کٹھن تھا وہ وقت لیکن اوز گل کی خاطر وہ خود کو رونے سے باز رکھتے کیونکہ اس کے سامنے وہ کوئی بہانہ نہیں گھڑ سکتے تھے وہ بچی فوراً بھانپ جاتی کہ یہ لوگ ماما بابا کو یاد کر رہے ہیں۔

ایک رات ارمینہ بیگم لان میں بیٹھی چپکے چپکے آنسو بہا رہی تھی کیونکہ ان کے بیٹے اور بہو کو گزرے ایک سال کا عرصہ گزر گیا تھا جب اوز گل ایک طرف سے آئی اور اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے دادی کے آنسو صاف کرنے لگی۔ "نو دادی جان نو کرائی" وہ اپنی کالی آنکھوں سے انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

"مما بابا کو بُلا لگے لگا۔۔۔۔۔ شششش بشششش" ہونٹوں پر انگلی رکھے ان کو چپ کرنے کا اشارہ کیا اور ارمینہ بیگم کا دل تو گویا تڑپ اٹھا۔ انہوں نے اوز گل کو اٹھا کر خود میں بھینچ لیا نہ جانے اس چھوٹی سی بچی میں اتنا صبر کہاں سے آیا تھا۔ وہ اسے خود سے لگائے اندر لے گئیں اور سوچنے لگی کہ کچھ بھی ہو جائے اپنے بیٹے کی نشانی کو

کبھی اکیلا محسوس نہیں ہونے دیں گی اور پھر تب کا دن تھا اور آج کا دن کہ اوزگل شجاع کو اس کے دادا دادی نے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

.....

آج اوزگل کا جنم دن ہے آج ہی وہ دن ہے جب وہ پورے بیس برس کی ہو جائے گی اور وہ کام اس پر فرض ہو جائے گا۔ صبح کے سات بج رہے تھے اوزگل ابھی سو رہی تھی جب بپ کی آواز پر فوراً اس کی آنکھ کھل گئی۔ موبائل اٹھا کر سامنے کیا تو سعدیہ کا ایک پیغام جگمگا رہا تھا اس نے کھول کر دیکھا پیغام کچھ یوں تھا کہ

"جانتی ہو تم.....؟

برسوں پہلے، آج کے دن کیا بات ہوئی تھی؟

بول سہیلی.....بوجھ پہیلی

سوچ میں پڑ گئ، چپ کیوں کر گئ؟

آؤ تم کو میں بتلاؤں

برسوں پہلے آج کے دن ایک شوخ کرن نے،

اس دھرتی کو رونق بخشی اور مسکائی

کیا تم کو یہ بات پتہ ہے؟

آج تمھاری سالگرہ ہے"

www.novelsclubb.com

اور پھر جیسے ہی اوز گل نے پیغام پڑھا پانچ سیکنڈ بعد ہی سعدیہ کی کال آ گئ اس نے کال اٹھائی تو دوسری جانب سے سعدیہ کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی "نی کڑیے، ہیپی ہیپی برتھ ڈے۔۔۔۔بتا کیسا لگا پھر بہن کا انداز؟"

"یہ چولی مارنے سے اچھا تھا کہ سیدھا سیدھا میچور لوگوں کی طرح وش کر دیتی" اوز گل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اور سعدیہ بچاری تو اتنا سا منہ لے کر رہ گئی مجال ہے جو یہ بندی کبھی سیدھے منہ بات کر لیتی "ہونہہ! بے مروت لڑکی"۔

"اچھا چل چھڈ اب پارٹی شارٹی دا انتظام کر ویسے بھی کل تو جناب نے شوووواڑ جانا ہے"۔

www.novelsclubb.com

"اور ہاں زیادہ آئیں بائیں شائیں کرنے کی ضرورت نہیں شام کو میں اور سعد تجھے لینے آجائیں گے ریڈی سٹیڈی رہیو، ویسے تو بھی کیا یاد رکھے گی کہ کتنے فراخ دل ہیں تیرے دوست جو اس مہنگائی کے دور میں بھی پٹرول کا خرچہ اپنے سر لے رہے ہیں" لو جی سعدیہ اور اس کے ڈرامے۔ اوز گل نے اس کی بات غور سے سنی اور پھر

آنکھیں گھما کر یک لفظی جواب دے کر فون کاٹ دیا۔چند پل وہ بیٹھی اس خوبصورت بریسلٹ کو کلائی میں گھماتی رہی اور پھر اٹھ کر منہ ہاتھ دھونے چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ نیچے آئی اور باورچی خانے میں جھانک کر دیکھا جہاں حسب معمول دادی اور انور کی بحث جاری تھی۔"ایک تو یہ صبح صبح محاذ کھول کے بیٹھ جاتے ہیں" وہ بڑبڑائی اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ کر لاونج میں چلی آئی جدھر دادا جان ٹریک سوٹ میں ملبوس اخبار پڑھنے میں مشغول تھے ساتھ ہی جوس بھی پی رہے تھے۔مراد صاحب بھلے ستر کے پیٹے میں تھے لیکن انہوں نے آج بھی خود کو فٹ رکھا تھا روز صبح جاگنگ کرنا اور جم جانا تو ان کا معمول تھا۔اکثر وہ اوزگل کو بھی صبح گھسیٹ کر اپنے ساتھ پارک لے جاتے اور پھر سارے راستے اسے صبح کی سیر کی افادیت بتاتے جبکہ وہ بمشکل اپنی آنکھیں کھولے اور جمائی روکتے ہوئے انہیں سنتی۔

آہٹ پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا اور ناک پر دھری عینک اتارتے ہوئے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا۔"میرا بچہ آج مارننگ سٹار کیسے بن گیا؟"اوزگل کو اپنے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

"بس مراد صاحب آپ کے پڑوسیوں کی لڑکی نے صبح ہی صبح فون کھڑکا کر نیند غارت کر دی"وہ خفگی سے بولی۔

دادا ہنس پڑے"سعدیہ کی بات کر رہی ہو؟"

"تو اس نمونی کے علاوہ اور کون ایسے کام کر سکتا ہے"وہ آنکھیں مسلتے ہوئے بولی۔

"کبھی خوش نہ ہونا تم سڑیل لڑکی"۔

www.novelsclubb.com

اوز گل نے اب سر اٹھا کر دادا کو خفگی سے گھورا "ٹھیک ہے بھئی۔۔۔۔۔۔تو آپ جائیں خوش اخلاق اور ہنس مکھ لوگوں کے پاس۔۔۔۔۔میرا کیا ہے میں تو ویسے بھی کل چلی جاؤں گی۔۔۔۔۔تب ہی میری قدر ہو گی آپ کو"۔

"ایک تو ہر وقت تمھاری ناک پر غصہ دھرا رہتا ہے" دادا نے اس کی چھوٹی سی ناک کھینچی اور پھر اسے لیے ناشتے کی میز کی جانب بڑھ گئے مبادا وہ ناراض ہو کہ باہر ہی نہ نکل پڑے اور آج کے دن تو وہ اپنی کھڑوس پوتی کو بلکل بھی تنگ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ویسے بھی وہ کل جا رہی تھی ان سے دور کچھ وقت کے لیے ہی سہی لیکن بھلا وہ یہ وقت بھی اس کی بغیر کیسے گزاریں گے۔۔۔۔۔کیا یہ آسان ہو گا؟؟۔۔۔۔۔۔۔۔ہر گز نہیں۔۔۔۔۔۔ان کے دل نے جواب دیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد اوزگل دادی کے کہنے پر دوبارہ جا کر سو گئی جن کو اپنی بچی کمزور لگ رہی تھی اور بقول ان کے کمزوری دور کرنے کا بہترین علاج آرام ہی ہے دادی بھی کمال ہی تھی کبھی دیر تک سونے نہ دیتی اور کبھی خود ہی سلانے پہنچ جاتی۔ خیر دوپہر کو کہیں جا کر اس کی آنکھ کھلی نماز وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ لان میں چلی آئی اور اس جانب بڑھ گئی جہاں درخت کی ایک ٹہنی پر دادا جان کا بولنے والا طوطا گولو بیٹھا مالی کے پیچھے پیچھے گانا گا رہا تھا۔ وہ اس کے قریب گئی اور ایڑیوں کے بل اوپر ہو کر طوطے کے سر پر چپت لگائی جس کی بک بک کچھ لمحوں کے لیے رک گئی لیکن اوزگل کے کرسی پر بیٹھنے کے بعد وہ پھر سے شروع ہو گیا۔

"اس نے مارا۔۔۔۔۔اس نے مارا۔۔۔۔۔اس نے مارا ٹیں ٹیں" لو جی دادا کا چمچا تو ڈائریکٹ ہی ہو گیا تھا۔

اوزگل نے اسے گھورا "چپ کر ورنہ ہری مرچ کھلا دوں گی" طوطے کو دھمکی دی گئی مگر مجال ہے جو وہ چپ کرتا جبکہ مالی اب تندہی سے اپنے کام میں مشغول ہو گیا تھا کہ کہیں اس کی بھی کلاس نہ لگ جائے اوزگل کا کیا بھروسہ تھا۔

وہ پھر اٹھی اور گولو کو اٹھا کر اپنے پاس لے آئی اور اس سے بات کرنے لگی فضول کی ٹیں ٹیں سننے سے اچھا تھا کہ وہ کچھ سکھا ہی دیتی اس باتونی کو۔

"اچھا گولو چلو بولو السلام علیکم"

www.novelsclubb.com

"السلام علیکم۔۔۔۔۔السلام علیکم۔۔۔۔کیسے ہو خیریت سے آئے" وہ تیزی سے بولتا گیا۔اوزگل نے آنکھیں چندھی کیے اسے دیکھا "یہ موصوف تو کچھ زیادہ ہی تیز ہے" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی جبکہ گولو اب اڑ کر سامنے اونچے والے درخت پر جا بیٹھا۔

ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا ہو گا جب اسے مین گیٹ کی طرف سے آئسکریم والی گاڑی کی مخصوص ٹون سنائی دی۔اس نے دھیان نہ دیا مگر جب گیٹ کھلنے اور دادا جان کی اس کو بلانے کی آواز آئی تو وہ زرا چونک گئ۔اٹھ کر گیٹ کے پاس گئ جہاں قریب ہی گاڑی کھڑی تھی اور ٹون بج رہی تھی ساتھ ہی بڑا سا بورڈ پڑا تھا جس پر لکھا تھا"ہیپی برتھڈے ٹو مائی اوز گل"۔انور اور دادی بھی گھر کے اندر سے نکل آئے تھے ان کے ہاتھوں میں ڈھیر سارے غبارے تھے وہ دونوں بھی اوز گل کو جنم دن کی مبارکباد دے رہے تھے۔اوز گل کو خوشگوار حیرت نے آن گھیرا وہ پہلے جا کر ارمینہ بیگم کے گلے لگی جنہوں نے اس کا ماتھا چوما اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔گولو بھی اڑ کر دادا کے کندھے پر بیٹھ چکا تھا اور اپنی پیاری سی زبان میں بار بار اوز گل کو وش کر رہا تھا۔وہ پھر آگے بڑھی اور دادا جان کے قریب پہنچ کر بچوں کی طرح ان کے گال کھینچ ڈالے "تسی گریٹ ہو دادا جی"۔

"میری یہ پوتی گریٹ ہے"۔وہ شفقت سے مسکرائے۔

"تم محض میری پوتی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے دیا گیا ایک قیمتی تحفہ ہو میرے لیے "دادا جان نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھا وہ کچھ جذباتی ہو گئے تھے۔

"پر دادا اس پوری آئسکریم وین کی کیا ضرورت تھی؟"

www.novelsclubb.com

"ہاں ضرورت تو نہیں تھی لیکن میری بچی اس دن آئسکریم کی وجہ سے ہی مجھ سے ناراض ہو گئی تھی ناں اور میں بھلا میں اپنی سڑیل کو ناراض ہونے دے سکتا ہوں۔۔۔۔اس لیے ازالے کے طور پر پوری آئسکریم وین ہی منگوالی "مراد صاحب نے جواب دیا، عجیب دھوپ چھاؤں سا رشتہ تھا ان دادا پوتی کا کبھی دشمنوں

کی طرح لڑنے بیٹھ جاتے اور کبھی اتنے فرینڈلی ہو جاتے کہ گویا ان جیسی دوستی شاید ہی کسی کی ہو۔

اوزگل نے انہیں اپنی سرخ مسکراتی آنکھوں سے دیکھا اور پھر ان کو لیے آئسکریم وین کی جانب بڑھ گئی اور سب کی پسند کی آئسکریم نکلوانے لگی۔وہ خوش تھی۔۔۔۔۔۔اور شکر گزار بھی کہ خدا نے اسے اس کی سوچ سے بڑھ کر نوازا تھا۔۔۔۔۔۔اور پھر شکر کرنے والے لوگوں کے دل تو کبھی مردہ نہیں ہوتے کیونکہ اللہ ان کے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دیتا ہے جہاں پھر منفی جذبوں کی جگہ نہیں بچتی۔

www.novelsclubb.com

"اللہ یبقیک دائما مبتسما"(خدا تمھیں ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے)وہ آئسکریم کھانے میں مصروف تھی جب اسے اپنے کانوں میں ایک سرگوشی سنائی دی۔وہ چونک کر گردن گھمائے ادھر اُدھر دیکھنے لگی کہ شاید ان الفاظ کو بولنے والا بھی یہیں کہیں ہو

اور اسے نظر آجائے۔ لیکن جنہوں نے خود کو چھپائے رکھا ہو وہ بھلا کیسے منظرِ عام پر آئیں گے۔انعام اس وقت غیبی حالت میں اوز گل کے پیچھے کھڑا تھا اس کے گردن گھمانے پر دلکشی سے مسکرا دیا اور کہنے لگا "بس کچھ انتظار اور کیشیہ "اور پھر ریت بن کر ہوا میں تحلیل ہو گیا پیچھے ریت کے ننھے ننھے ذرے ہوا میں تیرتے رہے اور اس انوکھی کہانی پر آپس میں سرگوشیاں کرتے رہے۔

شہر کے ایک مہنگے ریستوران میں وہ تینوں دوست کھڑکی کے ساتھ والی میز پر براجمان تھے۔مغرب کے بعد کا وقت تھا سیاہی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی لیکن زندہ دلانِ لاہور اس گہری ہوتی رات میں بھی گھروں سے باہر نکلے اپنے دل بہلا رہے تھے۔خاص طور پر ریستورانوں کی رونق دیکھنے لائق ہوا کرتی تھی۔ سعد اوز گل کو کوئی بات بتا رہا تھا جسے وہ دھیان سے سن رہی تھی جبکہ پاس بیٹھی سعدیہ چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں گرائے کسی گہری سوچ میں غرق تھی کچھ

لمحوں پہلے ہی انہوں نے کھانے کا آرڈر دیا تھا اور پھر ہلکی پھلکی گپ شپ میں مشغول ہو گئے لیکن سعدیہ کی خاموشی نے انہیں اپنی طرف متوجہ کر دیا۔ سعد نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اوزگل سے پوچھا کہ اسے کیا ہوا وہ نا سمجھی سے کندھے اچکا کر رہ گئی اور پھر سعدیہ کی طرف مڑی۔

"مس پنجابن تم کن سوچوں کے جھولوں پے پینگے لے رہی ہو" اوزگل نے استفسار کیا جبکہ سعد اس کے انداز پر ہنس پڑا۔

"سوچ رہی ہوں کہ کون کون سی چیزیں قطر سے منگواؤں۔۔۔۔۔ دیکھ اب تو جا ہی رہی ہے تو اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہی چاہیے" سعدیہ نے اب اس کی طرف مڑتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"سعدیہ تم سدا یہی بھوکی رہنا" سعد نے افسوس کیا وہ سمجھا پتہ نہیں کیا وجہ ہے جو

اس کی بہن یوں میوٹ ہوئی پڑی ہے۔

سعدیہ نے اپنے بھائی کو خونخوار نظروں سے گھورا اور پھر اوزگل کو دیکھا جواب کہہ رہی تھی کہ "ایسی کونسی مشکل بات ہے تمھیں جو جو چاہیے اس کی لسٹ بنا کر مجھے دے دینا"۔

سعدیہ نے خوش ہو کے اوزگل کو ایک جھپی دی۔

"اونہوں کتنی دفعہ کہا ہے ایسے نہ چپکا کرو" اوزگل چڑی اور سعدیہ کو اس کا یہی چڑنا مزہ دیتا تھا۔ کچھ دیر بعد کھانا سرو کر دیا گیا اور وہ لوگ کھانے میں مشغول ہو گئے۔

"اوزگل تمھاری ممانی کی وجہ سے تمھیں وہاں ایڈجسٹ کرنے میں مسئلہ تو ہو گا ناں۔۔۔۔ کیونکہ بقول تمھارے وہ کافی روڈ ٹائپ ہیں" سعد نے پیپسی کا گھونٹ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لیتے ہوئے کہا۔

اوز گل اس کی بات سن کر پراسراریت سے مسکرادی "مجھے مسئلہ ہو یا نہ ہو پر یہ بات میں یقین سے کہہ سکتی ان دو مہینوں میں ان کی خیر نہیں "روڈلوگوں سے اسے اچھے سے نمٹنا آتا تھا چاہے پھر وہ اس کی ممانی ہی کیوں نہ ہو۔

"آہاں یعنی ان کو بھی اخلاق کا سبق سیکھنے کو ملے گا "سعد محظوظ ہوا اور اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

www.novelsclubb.com

"ویکھ لڑکی ادھر کوئی مار دھاڑ نہ کریو۔۔۔۔ بھئی عربوں کا کیا بھروسہ ان سے بچ کر ہی رہنا چاہیئے "سعدیہ نے برگر کا بڑا سا نوالہ لیا اور پھر اچھی دوست کی طرح اسے سمجھایا۔

"تو کیا میں ایویں منہ اٹھا کے لڑنے لگ جاتی ہوں۔۔۔۔۔ظاہر ہے کوئی ٹھوس وجہ ہوتی ہے دماغ تھوڑی خراب ہے میرا"اس نے تیوری چڑھائی۔

"کیا کروں میری سہیلی کلوں کلی سمندر پار جا رہی ہے اب فکر تو ہو گی ہی"سعدیہ سینٹی ہوئی۔

"ہاں ایسی میں چنی منی"وہ جل کر بولی جس پر وہ دونوں بہن بھائی ہنس دیے اور پھر اسی خوشگوار ماحول میں انہوں نے کھانا کھایا۔ریستوران سے نکلنے کے بعد تینوں نے کچھ دیر چہل قدمی کی پھر قریب ہی رکھے ایک بینچ پر بیٹھ گئے جب اچانک سے موسم کا رخ بدل گیا اور تیز ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔وہ تینوں موسم کی اس کایا پلٹ پر حیران رہ گئے لاہور میں کبھی بھی اس قسم کی طوفانی ہوائیں نہیں چلی تھیں

اور پھر بہار کے دنوں میں تو بلکل ہی ناممکن سی بات ہے۔سعد نے ان دونوں کو ساتھ لیا اور تیزی سے گاڑی کی جانب بڑھنے لگا جب اوز گل کو ایک جھٹکا لگا اور وہ سامنے خلا میں دیکھنے لگی جہاں پر ایک منظر دکھنا شروع ہو گیا۔صحرائی زمین۔۔۔۔۔۔رات کی تاریکی۔۔۔۔۔زمین کے نیچے کا منظر۔۔۔۔۔کچھ عجیب و غریب مخلوقات کا ایک ایک کر کے دیوار سے نکلنا۔۔۔۔۔۔خوفناک چنگھاڑیں۔ تمام مناظر تیزی سے بدل رہے تھے اور پھر ایک دم سے وہ سکرین غائب ہو گئ۔

اوز گل ہوش کی دنیا میں واپس آئی ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے دو سرخ قطرے نکلے۔وہ ہاتھ لگا کر اس سرخ رنگ کے آنسو یا پھر خون کو دیکھنے لگی ابھی وہ مزید کچھ سوچتی جب سعد اور سعدیہ اس کی طرف آئے اور اسے بازوؤں سے پکڑ کر لے گئے۔ہوائیں زور پکڑ چکی تھیں گویا ہر چیز کو اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہوں وہ تینوں سرعت سے گاڑی میں بیٹھ گئے اور سعد نے پھر فٹافٹ اگنیشن میں چابی گھما کر گاڑی

سٹارٹ کر دی اور اسے مین شاہراہ پر لے آیا۔ سعدیہ سہمی ہوئی نظروں سے اوزگل کو دیکھ رہی تھی جس نے خود کو نارمل کیا اور پرس سے ٹیشو نکال کر وہ خون کے آنسو اپنے چہرے سے صاف کرنے لگی۔

"اوزگل تم ٹھیک ہو؟" اس نے بمشکل پوچھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں پریشان مت ہو" اوزگل نے نرمی سے جواب دیا اور پھر سعد سے کہا کہ سیدھا گھر چلے راستے میں کہیں رکنے کی ضرورت نہیں اس نے سر ہلا دیا اور اپنی ساری توجہ ڈرائیونگ پر لگا دی۔ یہ طوفان کوئی عام طوفان نہ تھا بلکہ یہ اشارہ تھا کہ وہ منحوس بلائیں جاگ چکی ہیں نساس نے انہیں بھی اٹھا دیا ہے اور اب وہ مل کر تباہی پھیلائیں گے۔

دور سمندر پار صحرائے دوحہ میں بھی ایک خوفناک طوفان برپا تھا۔رات کی تاریکی میں ریت کے بگولے تیزی سے ایک دوسرے سے ٹکراتے اور نئے بگولے کی صورت اختیار کر لیتے۔نساس اپنا آدھا ادھورا وجود لیے ہوا میں تیرتا ایک کالی پہاڑی کی جانب بڑھ رہا تھا اس ریگستانی علاقے میں واحد یہی پہاڑی تھی اور جسے دور سے دیکھنے پر کسی دیو کا گمان ہوتا۔یہ وہی جگہ تھی جہاں پر کیش قوم نے باقی کی بلاؤں کو مصنوعی نیند سلائے قید کر رکھا تھا لیکن اب نساس کا اس کی طرف بڑھنا اس بات کی نشاندھی کر رہا تھا کہ وہ ان بلاؤں کو جگانے والا ہے۔

وہ کریہہ صورت عفریت اب پہاڑی کے غار میں داخل ہو گیا جہاں گھپ اندھیرا تھا لیکن وہ بنا کسی مشکل کے ہوا میں تیرتا نیچے کی طرف جا رہا تھا جہاں زیرِ زمین ایک تہہ خانہ تھا،نساس کے وہاں پہنچتے ہی تہہ خانے کی مشعلیں روشن ہو گئیں۔پیلی میلی سی روشنی میں اب سارا منظر واضح نظر آ رہا تھا۔تہہ خانے کی مضبوط دیواروں سے کچھ عجیب و غریب مخلوقات لگ کر کھڑی تھیں جیسے ان کو دیوار سے چپکا دیا گیا

ہو۔ان کے سوکھے سڑے جسم دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا کہ گویا وہ جلائے گئے ہوں اور ایسا ہی تھا تقریباً سو برس پہلے کیش والوں نے جادوئی آگ کے ذریعے ان کو جلایا تھا اور پھر انہیں دیوار میں چنوا دیا لیکن یہ موت دائمی نہ تھی تبھی نساس اس گھڑی یہاں موجود تھا۔ تہہ خانے میں ایک عجیب سی سرانڈ پھیلی ہوئی تھی اس گندی بدبو میں عام انسان کے لیے تو سانس لینا نہ ممکن ہی تھا لیکن وہ عفریت بڑے آرام سے کھڑا اپنے کالے گدھوں سے ان مخلوقات کو گھور رہا تھا، پھر اس نے ہاتھ بلند کیا اور کچھ نامانوس الفاظ منہ سے نکالنے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کی پھٹی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی اور وہ لہک لہک کر عجیب الفاظ دہرا رہا تھا ایسا کرتے ہوئے وہ اور بھی خوفناک لگ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس کی آواز کے ساتھ ایک ایسی آواز بھی شامل ہو گئی جیسے کوئی سخت ہڈیوں کو چبا رہا ہو۔ کانوں کو سخت ناگوار گزرتی یہ آوازیں بدستور تیز ہوتی جا رہی تھیں کہ آدھے گھنٹے بعد ایک زوردار قسم کا دھماکہ ہوا اور زمین پھٹ پڑی جس سے آگ کے لمبے لمبے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ آگ آہستہ آہستہ اونچی

ہوتی گئ اور پھر ایک ایک کر کے ان تمام بلاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ کالی دنیا کی آگ تھی ایک ایسی آگ جو کالی بلاؤں کو طاقت دیتی ہے ان کے لیے ایک قسم کے انرجی سیلز کا کام کرتی ہے۔

اب کچھ دیر کے لیے فضا ساکت ہو گئی اور سناٹا چھا گیا اس کے بعد عجیب سی غراہٹیں سنائیں دینے لگی جو پہلے تو دور تھی پھر آہستہ آہستہ قریب آتی گئ۔ یہ غیر انسانی غراہٹیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ سوئی ہوئی مخلوقات جاگ چکی ہیں۔ تہہ خانے کی دیواروں سے خون بہنا شروع ہو گیا سرخ گاڑھا خون جو اوپر چھت سے آتا ہوا ان بلاؤں پر گرنے لگا۔ خون کی کشش اور آگ کی تپش نے ان کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ وہ بد ہیئت قسم کی بلائیں اب دیوار سے نکل کر گول دائرے کی صورت اختیار کیے تہہ خانے میں چکر کاٹنے لگی جیسے وہ مسرت کا اظہار کر رہی ہوں۔ نساس نے ایک سیٹی نما آواز نکالی جس سے وہ سب اس کے سامنے سر

جھکائے کھڑی ہو گئیں وہ شکر گزار تھے اس عفریت کی۔

"اذھب وابد ألعبۃ الموت" (جاؤ اور موت کا کھیل شروع کر دو) نساس ان سب سے اپنی پھٹی ہوئی آواز میں مخاطب ہوا جبکہ وہ تمام بلائیں یہ سنتے ہی چیختی چلاتی اوپر کی جانب لپکی تاکہ اپنی صدیوں پرانی پیاس بجھا سکیں اور نیچے تہہ خانے میں کھڑا نساس شیطانی قہقہے لگاتے ہوئے جھومنے لگا۔

"انعام ہماری کیشیہ کب آئے گی وہ منحوس بلائیں آزاد ہو چکی ہیں اور ہم میں ان کو ختم کرنے کی طاقت نہیں" بادشاہ سلامت سخت بے چینی میں محل کی چھت پر چکر کاٹ رہے تھے وہ اپنی تمام قوتیں قبیلے کی حفاظت میں لگا چکے تھے اور اب انعام سے ہمکلام تھے جو سامنے تاحد نگاہ تک نظر آنے والے صحراء کو دیکھ رہا تھا بلکہ اپنی نظروں سے اسے سکین کر رہا تھا۔

"بس ایک دن۔۔۔۔اور پھر وہ اس سرزمیں پر موجود ہو گی۔۔۔۔۔تب تک مجھے ہی سنبھالنا ہو گا سب"۔

"لیکن میرے بچے تم کیا کرو گے؟"

"میں وہ کروں گا جو مجھے اس وقت کرنا چاہیے"

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب؟" بادشاہ اس کی بات سن کر ٹھٹک گئے۔

"سو سال پرانے چاندی کے سانپوں کو زندہ کروں گا" سنجیدگی سے جواب آیا۔

"انعام نہیں۔۔۔۔تم کمزور پڑ سکتے ہو خبردار جو اپنی طاقتوں کو ان سانپوں پر صرف کیا۔

"ایک یہی راستہ ہے باباجان کیشیہ کے سب کچھ سنبھالنے تک ہم یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو بیٹھے نہیں رہ سکتے۔۔۔۔۔میں جارہا ہوں مجھے اجازت دیں" وہ پھر اپنے والد یعنی بادشاہ کے قریب آیا اور جھک کر ان سے جانے کی جازت چاہی۔

انہیں حالات کی سنگینی کا بخوبی علم تھا ان خوفناک چنگھاڑوں کو وہ بھی اچھے سے سن چکے تھے اس لیے گہری سانس لے کر بولے "جاؤ انعام جاؤ خدا تمھاری حفاظت کرے" انہوں نے انعام کے سر پر ہاتھ رکھا جس سے ایک سفید روشنی نکل کر انعام کے گرد پھیل گئی۔یہ سفید روشنی ایک حفاظتی حصار تھا تاکہ ان کا اکلوتا بیٹا ان خونی بلاؤں سے کے وار سے محفوظ رہے۔انعام کے جانے کے بعد انہوں نے

ملازموں کو پیغام بھیجا اور پھر بگھی میں بیٹھ کر قبیلے کی طرف نکل پڑے تاکہ ان سب کو ہمت و دلاسہ دے سکیں وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ کیش قوم کے ہر فرد میں اس وقت خوف و ہراس پھیلا ہو گا۔

.....

اوز گل گھر پہنچ چکی تھی بنا کسی سے بات کیے سیدھا اوپر گئی اور خود کو کمرے میں بند کر لیا۔ سعد اور سعدیہ نے تو بہتیرا کہا کہ وہ اسے اندر کمرے تک چھوڑ آتے ہیں مگر اس نے ان کو مطمئن کر کے بھیج دیا اور جب وہ دونوں اپنے گھر کا گیٹ عبور کر گئے تو اوز گل نے تسلی بھرا سانس لیا اور خاموشی سے اندر چلی آئی۔ کمرے میں آنے کے بعد وہ سیدھا بیڈ پر چت لیٹ گئی اور کچھ دیر پہلے پیش آنے والے واقعے پر غور کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آخر کب کھلے گا یہ راز، یہ آدھی ادھوری باتیں جو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہ اب اس کے اعصاب پر ہتھوڑے کی مانند لگتی تھیں لیکن وہ کر بھی کیا سکتی تھی۔ کیونکہ ہر چیز اپنے وقت پر مکمل ہوتی اور ہر راز اپنے طے کردہ وقت پر کھلتا ہے۔ کڑیوں سے کڑیاں ملاتے کب اس کی آنکھ لگی اسے خبر ہی نہ ہوئی اور اب پھر وہ ایک خواب دیکھ رہی تھی آج پھر سے وہ صحراء میں موجود تھی لیکن زرا مختلف انداز میں۔

اس نے دیکھا کہ وہ ایک محل ہے سفید پتھروں کا خوبصورت محل جس سے ایک رعب جھلکتا ہے جس کو دیکھتے ہی انسان کھو سا جاتا ہے۔اوزگل محل سے فاصلے پر ہے جبکہ دائیں اور بائیں جانب کچھ اجنبی لوگ کھڑے ہیں شاید اس کا استقبال کیا جا رہا ہے۔ان اجنبی لوگوں کے تتلیوں اور مکھیوں کی مانند باریک پَر ہیں جنہیں دیکھ کر اوزگل کو عجیب سا لگتا ہے۔سورج پوری آب وتاب سے چمک رہا ہے اور اس کے لمبے سرخی مائل بال چہرے کے اطراف پھیلے ہوئے ہیں کچھ محسوس کر کے وہ سر جھکا کر اپنی سرخ آنکھوں سے نیچے دیکھتی ہے جہاں ریتیلی زمین پر سفید رنگ کا

قالین بچھا ہے جو اس کے پاؤں سے لے کر محل کے اندرونی دروازے تک جاتا ہے۔اوز گل اب سرخ آنکھوں میں حیرت سموئے اپنے لباس کو دیکھتی ہے جو کہ سفید رنگ کا ہے لمبا چغا نما لباس جیسے عبایا یا برقع ہوتا ہے اسے تعجب ہوتا ہے کہ یہ قدیم زمانے کا لباس اس کے تن پر کیسے آیا۔پھر وہ اپنے اطراف کا ایک بھرپور جائزہ لیتی ہے جب اسے کان میں ایک مانوس سرگوشی سنائی دیتی ہے "آگے بڑھو کیشیہ "اور یہ وہ آواز ہے جو اسے پر سکون کر دیتی ہے جو اس کو اپنے پن کا احساس دلاتی ہے۔

www.novelsclubb.com

اب وہ اس قالین پر مضبوطی سے قدم جمائے آگے بڑھنے لگتی ہے جبکہ وہ تمام اجنبی لوگ جھک کر اسے خوش آمدید کہتے ہیں۔لیکن محل کے قریب پہنچتے ہی ریگستانی فضا غیر انسانی چیخوں سے گونج اٹھی۔وہ ایک دم رکی اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگی اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا ہے جبکہ وہ تمام لوگ اور محل اب ہوا میں تحلیل

ہو گئے ہیں "کیا وہ سب سراب تھا؟ایک الوژن؟؟" وہ سوچنے لگی،اب صحراء میں اوزگل کے علاوہ کوئی ذی روح موجود نہیں ہے۔

لیکن نہیں وہاں کچھ تو تھا جسے اوزگل نے محسوس کیا اور پھر وہ "کچھ" جلد ہی اسے نظر بھی آ گیا۔اوزگل غور سے دیکھ رہی تھی وہ ایک عجیب و غریب قسم کا آدمی تھا نہیں اسے آدمی کہنا مناسب تو نہ ہو گا اوزگل نے سوچا اور اپنے دھڑکتے دل ہر قابو پاتے ہوئے چیخ کر پوچھا "کون ہو تم؟" لیکن جواب ندارد۔وہ آدھے آدھے ادھورے وجود والا عفریت یعنی کہ نساس اب اوزگل کے قریب آ گیا پر وہ جلدی سے پیچھے کو ہوئی جبکہ نساس قہقہے لگاتا اپنے گلے سڑے وجود کو لیے آگے بڑھ رہا تھا۔فضا میں خوفناک آوازیں پیدا ہو گئیں جیسے بہت سی بلائیں مل کر بین کر رہی ہوں اور اوزگل کو اپنی آنکھوں سے پانی نکلتا ہوا محسوس ہوا جو کہ اصل میں خون تھا اور اگر وہ جان جاتی کہ اس کی یہ خونی رنگ آنکھیں کیا کر سکتی ہیں تو وہ کبھی نساس

سے ڈر کے پیچھے نہ ہٹتی۔

اسے لگا اس کا دم گھٹ رہا ہے اور یہ چیخیں اس کے کان کے پردے پھاڑ رہی ہیں اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا اور کانوں پر ہاتھ رکھتے ہی اس کی آنکھ کھل گئ۔۔۔۔۔۔ وہ نکل آئی تھی اس خواب سے لیکن یوں کہ آنکھوں سے نکلتے خونی آنسو اب بھی اس کے چہرے پر موجود تھے۔

اس نے آنکھیں کھولے اوپر دیکھا چھت دھندلی سی نظر آرہی تھی اوز گل نے ایک دو بار اپنی پلکیں جھپکی اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئ اور اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو قابو کرنے لگی، پاس پڑے ڈبے سے ٹیشو نکال کر چہرہ صاف کیا "افف یہ کیا چیز تھی" اس نے سر جھٹکا اور پھر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس جا کر شیشے میں اپنی آنکھوں کو غور سے دیکھنے لگی۔

"آخر یہ خون کیوں میری آنکھوں سے نکل رہا ہے" وہ منہ میں بڑبڑائی۔

"بھلا کچھ نارمل بھی ہے میری زندگی میں؟؟" شیشے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے سوال کیا اور پھر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر واپس بیڈ کی جانب مڑ گئی اور ایک کونے میں ٹک کر بیٹھ گئی ساتھ ہی خود کو نارمل کرنے کے لیے گہری سانسیں لینے لگی۔

کمرے کے ایک کونے میں سوٹ کیس اور بیگ رکھا ہوا تھا جس پر اس کی نظر اب جا کر پڑی، یقیناً دادی نے اس کی پیکنگ مکمل کر لی تھی وہ سوچ کر مسکرائی اور پھر گھڑی میں وقت دیکھا رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ دادا اور دادی اس وقت جاگ رہے ہوں گے اس لیے وہ اٹھی اور کمرے سے نکل کر لاونج کا رخ کیا جہاں سے ٹی۔وی کی آواز آ رہی تھی۔ کل اس کی فلائٹ تھی اور وہ اپنا یہ وقت دادا دادی کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی نہ کہ اس خواب کو سر پر سوار کر کے اپنا سر درد بڑھانا۔ وہ نیچے چلی آئی اور بنا کچھ بولے دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی ارمینہ بیگم اس کی حرکت پر محبت سے مسکرائی اور اس کے بالوں میں ہاتھ

پھیرنے لگی۔

مراد صاحب نے اوزگل کی حرکت کو نوٹ کیا اور موبائل ایک طرف کو رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے "کچھ زیادہ ہی محبت نہیں ٹپک رہی آج موصوفہ کے رویے سے"۔

"چپ کر جائیں مراد صاحب میری پھول سی بچی کل چلی جائے گی کم از کم اسے دل بھر کے اپنے لاڈ تو اٹھوانے دیں" ارمینہ بیگم شوہر کو دیکھتے ہوئے خفگی سے بولیں، اوزگل خلاف توقع چپ ہی رہی۔

"یہ بھی ٹھیک ہے" وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"ویسے شکر ہے کہ اس روبوٹ میں بھی کچھ جذبات نظر آئے۔۔۔۔۔ورنہ مجھے تو یہی فکر کھائی جارہی تھی کہ اپنی پوتی کے لیے اب جذبات والے سیلز کہاں سے ڈھونڈ کر لاؤں گا"اور وہ مراد صاحب ہی کیا جو اوز گل کو خاموش رہنے دیتے۔

اوز گل نے سر اٹھایا"کہیں ایسا نہ ہو میرے لیے جذبات کے سیلز کی فکر کرنے کی بجائے آپ کو اپنے آسٹریلین طوطوں کے کفن دفن کی فکر کرنی پڑے"چلو جی ہو گئی شروع مس اوز گل کی بلیک میلنگ۔

www.novelsclubb.com

"گویا تم اب معصوموں کا ناحق قتل بھی کرو گی"وہ افسوس سے سر ہلاتے ہوئے بولے۔

"میں کہہ رہا ہوں لڑکی۔۔۔۔۔۔۔"اور ان کا جملہ مکمل کرنے نے سے پہلے ہی

اوز گل بول پڑی "کہ مجھے جائیداد میں سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیں گے۔۔۔۔۔

نہیں دادا آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ یہ جائیداد بھی اپنے رنگ برنگے ان جو کروں کے نام ہی کر دیں "وہ جل ہی تو گئی۔

ارمینہ بیگم کے لیے اپنی ہنسی قابو کرنا مشکل ہو گیا "اوز گل میری جان چھڈ دے جانتی تو ہے کہ تیرے دادا اپنے پرندوں کے معاملے میں کتنے ٹچی ہیں "انہوں نے آرام سے سمجھایا۔

www.novelsclubb.com

"جی اتنے ٹچی کہ اپنی اکلوتی پوتی کو ہی فراموش کر بیٹھتے ہیں "وہ غبارہ بنی بولی۔

"اوہو میری پوتری جل نئ تیرا ہی ہے سب کچھ "دادا نے اب اس کو پچکارا اور اس نے منہ پھلائے دوبارہ سے دادی کی گود میں سر رکھ لیا۔ پھر رات گئے تک ان کی

گپ شپ چلتی رہی۔

آج شام پانچ بجے اس کی فلائٹ تھی دادا اور دادی سمیت اس کے بیسٹ فرینڈز سعد اور سعدیہ بھی اسے الوداع کرنے ایئرپورٹ تک آئے تھے۔ وہ ان سب کے درمیان گھری کھڑی تھی سفید کاٹن کی کرتی کے ساتھ جینز پہنے پاؤں میں سفید ہی سکربز پہنے اور نیلے رنگ کا حجاب اپنے چہرے کے گرد لپیٹے اوز گل اچھی لگ رہی تھی۔ فلائٹ کا اعلان بس کچھ ہی دیر میں ہونے والا تھا سعدیہ اور دادی نے تو اسے دو، تیں دفعہ گلے لگایا اور خوب نصیحتیں کیں کہ انہیں اپنے پلو سے باندھ لے مگر وہاں پلو ہوتا تو باندھتی اور انہیں یاد رکھتی ناں "آپ دونوں ایسا کریں کہ ایک پوری ڈائری نصیحتوں سے بھر کے میرے حوالے کر دیں" وہ آنکھیں گھمائے بولی جبکہ دادا ان سب کی ویڈیو بنانے میں مصروف تھے اور سعد اس کا سامان چیک کر رہا تھا کہ سب کچھ ٹھیک ہے۔

"ہٹ نی سانوں ایتھے فکر کے مارے ہول اٹھ رہے ہیں تے تینوں جگتیں سوجھ رہیں" سعدیہ نے اس کے بازو پر مکا جڑا۔اوز گل نے اپنے چہرے کے زاویے بگاڑ لیے جیسے اسے بہت زور کی لگی ہو۔

"بس جو بھی ہے میرے لیے تم آج بھی چھوٹی سی اوز گل ہی ہو اور پہلی دفعہ اتنی دور جا رہی ہو کیسے پریشان نہ ہوں" ارمینہ بیگم نم لہجے میں بولی جس پر وہ انہیں زور سے گلے لگا گئی۔

www.novelsclubb.com

"ویسے دادی آپ کو ویران کھنڈروں اور قلعوں میں اکیلی گھومنے پھرنے والی اس پوتی کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔۔۔۔۔یہ عام تھوڑی ہے،اپنا سر بچا لے گی لیکن دوسروں کا ڈیفینیٹلی پھوڑے گی" سعد نے مذاحیہ انداز میں ان کو تسلی دی اوز گل

نے اسے گھورا تو وہ کندھے اچکا گیا۔

"گل تا تیری سولہ آنے سچ اے ویر میرے۔۔۔۔اس سے تو بھوت پریت وی پناہ مانگیں" سعدیہ نے بھی ٹکڑا جوڑا جس پر سب ہنس پڑے اور اوز گل نفی میں سر ہلاتی رہ گئ۔

"سارے ہمیشہ میرے ہی پیچھے پڑے رہنا"۔

www.novelsclubb.com

سب سے آخر میں مراد صاحب اس سے ملے اور دیر تک گلے لگائے رکھا "مجھے پورا یقین ہے کہ میری پوتی وہاں بھی سب کا جینا حرام کرے گی اور میں جانتا ہوں تم میری امیدوں پے پورا اترو گی" وہ اس کا سر تھپکتے رہے جبکہ وہ ہنس پڑی کوئی حال

نہیں دادا صاحب کا۔

انعام سینے پے بازو لپیٹے دور کھڑا ان سب کو تک رہا تھا بھلے اسے احساس ہو یا نہ ہو لیکن انعام کو اس کے قریب رہنا تھا۔۔۔۔۔شاید ہمیشہ۔۔۔۔۔اور پھر کچھ لمحوں بعد وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔جہاز میں داخل ہو کر اس نے بیگ اوپر کور کھا اور اپنی کھڑکی کی جانب والی سیٹ دیکھ کر اسے اندرونی خوشی ہوئی، تھی تو آخر کو وہ بھی پاکستانی پھر یہ خوشی کیوں نہ ہوتی۔اپنی جگہ پر بیٹھنے کے بعد وہ تھوڑی دیر تو باہر دیکھتی رہی اور پھر بیگ سے ایک ہارر ناول نکال کر پڑھنے لگی ویسے بھی پاکستان سے قطر تک کا ہوائی فاصلہ تین گھنٹے کا تھا اور وہ اجنبیوں سے بات کرتی نہیں تھی سو ایسے وقت میں کتاب پڑھنے سے زبردست بھلا اور کیا چیز ہو سکتی تھی۔ڈر ور تو اسے لگتا نہیں تھا اس لیے وہ اے حمید کی کتاب "ویران حویلی کا آسیب" پڑھنے میں مشغول ہو گئی۔اس کے پاس بیٹھی ایک ادھیڑ عمر عورت شاید کافی باتونی تھی تبھی گاہے

بگا ہے کسی نہ کسی ٹاپک پر شروع ہو جاتی اور اوز گل کو کتاب سے سر اٹھا کر مروت نبھانی پڑتی لیکن وہ بھی صرف ہوں ہاں تک۔اس سے زیادہ اس کے بس میں نہ تھا۔

تقریباً رات کے آٹھ بجے قطر کے خوبصورت شہر دوحہ میں جہاز کی لینڈ نگ ہوئی، حمد انٹر نیشنل ائیر پورٹ کافی بڑا اور خوبصورت تھا"اہاں زبردست "اس نے گول گول گھوم کر چاروں طرف دیکھا اور پھر جلدی سے اپنا سامان لے کر ایئرپورٹ گھومنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھئی بھاڑ میں گیا سب کچھ پہلے اس خوبصورت جگہ کو تو ایکسپلور کیا جائے وہ سوچتے ہوئے تمام جگہیں دیکھنے لگی اور ادھر بچارے ماموں جان انتظار کی سولی پے لٹکے رہے۔تقریباً ساڑھے نو بجے وہ ایئرپورٹ کے داخلی دروازے کے جانب بڑھی۔ویٹنگ ایریا میں خورشید ماموں اور ہاجرہ ممانی اس کا انتظار کر کے سوکھ ہی گئے تھے صد شکر کہ وہ نظر آ گئی ورنہ ممانی جان کی چڑھی تیوریوں نے وارننگ دینا شروع کر دی تھی۔وہ آگے بڑھ کے ان دونوں سے خوش

اخلاقی سے ملی سب سے پہلے اس نے ممانی کو گلے لگا کر زور سے بھینچا"ہائے میری پیاری ممانی آپ نہیں جانتی کتنا ارمان تھا مجھے آپ سے ملنے کا"اوزگل نے انہیں تنگ کیا جبکہ وہ زبردستی مسکراتے ہوئے اپنا آپ اوزگل سے چھڑوا رہی تھیں۔اور ماموں تو اپنی اکلوتی بہن کی اکلوتی بیٹی کو دیکھ کر صدقے واری جا رہے تھے اور وہ شریفوں کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی جب ممانی نے اپنے شوہر کو چلنے کا اشارہ کیا وہ محض آنکھیں گھما گئی اور ان کے ساتھ چل پڑی۔

گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھی وہ دوحہ کی بلند و بالا عمارتوں کو دیکھتے ہوئے خورشید ماموں کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی جو ان سے پاکستان کے تمام رشتہ داروں کا حال احوال دریافت کر رہے تھے اور پھر گھنٹے بھر کی ڈرائیو کے بعد وہ لوگ جُلایہ (Jelaiah) پہنچے جہاں خورشید ماموں کا بڑا سا اپارٹمنٹ تھا۔ پارکنگ ایریا میں گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ لوگ اترے اور پھر ایک طرف کو

بڑھنے لگے۔یہ جُلایہ کا ہاؤسنگ کمپلکس تھا جہاں پر خوبصورت اپارٹمنٹس بنے نظر آ رہے جبکہ اس سے دو گلیاں آگے جا کر ہوٹلز وغیرہ آتے تھے۔یہ جگہ بھی ایک طرح سے دیکھنے لائق تھی ماموں خورشید گارڈ کو سامان دینے کے بعد اسے لیے ساتھ معلومات بھی فراہم کر رہے تھے جسے وہ بغور سنتے ہوئے قدم قدم آگے بڑھ رہی تھی۔

یہ شہر دوحہ کا ایک طرح سے ضلع ہے جسے اردو میں جُلایہ اور عربی میں جلیعۃ کہا جاتا ہے۔مقامی بولی میں "جیلائیہ" عربی لفظ "قیلیا" کا تلفظ ہے،جو لفظ قلعہ سے نکلا ہے جس کا ترجمہ "قلعہ" ہے۔یہ نام ضلع کو ایک چھوٹے سے قلعے کے اعزاز میں دیا گیا تھا جو اس علاقے میں پایا جاتا ہے۔ماموں نے اسے یہاں سے متعلق اہم معلومات فراہم کیں اوز گل نے محسوس کیا کہ ماموں کافی باتونی جبکہ ہاجرہ ممانی کم گو تھیں یا پھر وہ ریزروڈ ہو رہی تھیں۔خیر اسے کیا،تیسری منزل پر ان کا گھر تھا وہ لوگ لفٹ سے نکل کر دائیں طرف کو مڑے اور پھر وہ ان کے ساتھ گھر میں داخل

ہوئی جہاں پر اس کے تین کزنز استقبال کے لیے موجود تھے حسیب، مجیب اور فروہ۔تینوں نے آگے بڑھ کر اسے ویلکم کیا اور پھر سب لاونج میں گول دائروں میں پڑے صوفوں کی جانب چلے آئے۔اوز گل نے ایک ہی نظر میں گھر کا جائزہ لیا، سفید رنگ کے اس اپارٹمنٹ میں تقریباً ہر شے ہی سفید رنگ کی نظر آرہی تھی سب سے بڑھ کر گھر کا انٹیریئر کافی شاندار تھا۔

پاکستان کی نسبت یہاں کا موسم قدرے گرم تھا اس لیے لاونج کے ایک کونے میں اے۔سی چل رہا تھا۔سب ہلکی پھلکی گفتگو میں مشغول ہو گئے اور فروہ ممانی جان کے ساتھ کھانے کی میز سیٹ کرنے چلی گئی۔کچھ دیر میں وہ سب بھی کھانے کی میز پر موجود تھے جب حسیب نے اوز گل سے سوال کیا"لاہور میں تو کافی آلودگی ہوتی ہے آئی ایم امیزڈ کہ تم لوگ کیسے سانس لیتے ہو"

"اور کھانے پینے کی اشیاء بھی تو کافی ان ہائیجینیک ہوتی ہیں"مجیب نے لقمہ دیا۔

"لیکن مجھے بڑا شوق ہے ان ریڑھی والوں سے چیزیں لے کر کھانے کا" حسیب نے پرجوش ہو کر کہا۔

"اور دیکھو تو اتنی آلودگی میں رہنے کے بعد بھی تمھاری سکن کتنی صاف ہے" اور آخر میں وہ اسے دیکھتے ہوئے ستائش سے بولا جس پر ممانی اسے گھور کر رہ گئ۔

اوزگل نے اپنے کزن کی بات پر مشکل ہنسی کنٹرول کی "استغفرُللہ" وہ بڑبڑائی۔

"پینڈو لوگ اس گندگی کے عادی ہوتے ہیں بچے انہیں ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا" ممانی نے بظاہر تو مسکراتے ہوئے کہا لیکن ان کے لہجے میں چھپی تلخی کو ان سب نے محسوس کر لیا۔ لو جی انہیں تو کوئی اللہ واسطے کا بیر تھا لاہور سے۔

"اوزگل نے آرام سے اپنی پلیٹ میں چاول ڈالے اور پھر ان سب پر ایک نظر ڈال کر حسیب کو دیکھے کہنے لگی "سچ کہا ممانی جان نے ہم سب عادی ہوتے ہیں کیونکہ ہم پیور لوگ ہیں یعنی خالص یعنی دیسی جنہیں اپنے ملک کے ذرے ذرے سے محبت ہوتی ہے اور محبت ہر گندگی کو پاک کر دیتی ہے" وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"واہ واہ کیا بات کی ہے اوزگل نے۔۔۔۔۔۔سچ میں یہ محبت ہی ہے جو ہمیں اپنے وطن سے جوڑے رکھتی ہے پھر چاہے وہ جیسا بھی ہو، اپنی مٹی پھر اپنی ہی ہوتی ہے "خورشید ماموں باربی کیو کا ٹکڑا منہ ڈالتے خوش اخلاقی سے بولے جبکہ ممانی نے اس کے بعد کوئی بات نہ کی اور خاموشی سے کھانا کھانے لگی۔

ادھر فروہ گاہے بگاہے اوز گل کو چیزیں پیش کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ وہ بلکل بھی نہ شرمائے اور آرام دہ ہو کے کھانا کھائے۔اوز گل ہنس پڑی "بھلا کھانے میں کوئی شرماتا ہے کیا"۔

"بھئی شرم ہے کبھی بھی، کہیں بھی آسکتی ہے "فروہ اس کی پلیٹ میں کباب ڈالتے ہوئے بولی۔اوز گل کندھے اچکا کر رہ گئی اور سوچنے لگی اچھا وقت گزر جائے گا ان سب کے ساتھ۔

www.novelsclubb.com

•••••••

تمادينا بالتفكير ونسينا بأن الأقدار مكتوبة

~ محمود درويش

(ہم سوچتے سوچتے بہت دور چلے گئے یہ بھول گئے کہ تقدیر لکھی ہوئی ہے)

دوحہ شہر پر رات کی چادر پھیل چکی تھی۔گہری کالی رات جو ہر شے کو اپنے اندر جذب کر لے۔رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا اور تمام لوگ اپنے بستروں میں دبکے میٹھی اور پر سکون نیند کے مزے لے رہے تھے۔جُلایہ کے اس خوبصورت اپارٹمنٹ میں بھی خاموشی چھائی تھی،عشائیہ کرنے کے کچھ دیر بعد ہی ہاجرہ بیگم نے سب کو سونے کا حکم دے دیا اور تمام بچوں کے کمروں میں جانے کے بعد ہی انہوں نے اپنے کمرے کا رخ کیا گویا کسی ہاسٹل کی وارڈن ہوں۔اوزگل بھی گیسٹ روم میں چلی آئی جہاں پر اسے ان دو مہینے ٹھہرنا تھا،تپ تو اسے بڑی چڑھی ممانی

جان کے اس رویے پر جیسے وہ کھا ہی تو جائے گی ان کے ننھے منھے بچوں کو لیکن اس نے فلحال کچھ بھی کہنا مناسب نہ سمجھا، اور پھر تھکان کے باعث جلد ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔ ابھی آدھی رات کا وقت تھا جب اس نے نیند میں ہی ایک آواز سنی جیسے کہیں دور موسیقی بجائی جا رہی ہو آواز وقفے وقفے سے سنائی دے رہی تھی ایک مدھر سی پر سوز آواز۔ اوزگل نے کروٹ لے کر کمفرٹر منہ تک لیا، اس کا دماغ جاگ چکا تھا لیکن وہ اٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ نامانوس موسیقی کی آواز اب مسلسل سنائی دینے لگی جیسے کوئی بہت ہی جذب سے پیانو یا وائلن بجا رہا ہو یا پھر کچھ اور۔ اس اجنبی آواز کا ماخذ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اوزگل گہرا سانس لے کر اٹھ بیٹھی "اتنی رات کو کسے موت پڑی ہے" وہ اپنی آنکھوں کو مسلتے ہوئے بولی اور پھر بیڈ سے ٹانگے لٹکا کر اس آواز کو غور سے سننے لگی جو بدستور سنائی دے رہی تھی۔ وہ کچھ سوچ کر اٹھی اور کھڑکی کے قریب جا کر اس

نے دونوں پٹ کھول دیے باہر گہرا سکوت چھایا ہوا تھا۔اس نے کھڑکی سے گردن نکال کر یہاں وہاں جھانکا لیکن ہر جانب ہی خاموشی تھی۔سٹریٹ پولز کی روشنی میں اپنی آنکھوں کو فوکس کیے اس نے کونے کونے کا جائزہ لیا لیکن وہاں تو ایک بلی تک نظر نہ آئی۔پر وہ موسیقی اب بھی جاری تھی جو کہ میلوں دور سے ہوا کے دوش پر چلتے ہوئے اوز گل کے کانوں تک پہنچ رہی تھی اور اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ آواز اس وقت صرف وہی سن رہی ہے۔بلاشبہ وہ ایک خوبصورت اور سحر انگیز آواز تھی پر اوز گل کی چھٹی حس اسے سگنل دے رہی تھی کہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔

www.novelsclubb.com

اس نے کھڑکی بند کی اور وہیں کھڑے کھڑے بڑبڑائی "اے اجنبی تم ہی آجاؤ میرے سامنے تاکہ ان رازوں سے پردہ تو اٹھے" وہ اپنے بریسلٹ کو کلائی میں گھماتے ہوئے بولی۔

"ان تمام واقعات کا میری زندگی سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ کبھی کبھی تو یوں لگتا ہے جیسے میری یہ پوری زندگی اسی صحراء کے گرد گھومتی ہے تبھی تو وہ میرے خوابوں میں آتا ہے" وہ سوچنے لگی اور اچانک سے اس کے ذہن میں جھماکا ہوا "علامت۔۔۔۔ہاں خواب میں ہمیں علامتیں ملتی ہیں اور ان علامتوں کے ذریعے ہی مجھے اندازہ لگانا ہے کہ ان خوابوں کا کیا مقصد ہے"۔

وہ تیزی سے بیڈ پر جا کے بیٹھی اور دراز میں پین اور کوئی ڈائری یا کاپی ڈھونڈنے لگی۔کچھ تگ و دو کے بعد نچلی دراز میں اسے ایک چھوٹی سی ڈائری مل گئی۔اب وہ لیمپ کی روشنی میں ڈائری پر جھکی اب تک کے آنے والے تمام خوابوں کے مین مین پوائنٹس لکھ رہی تھی۔پھر انہیں غور سے پڑھنے لگی وہ ان علامتوں کو ڈھونڈ رہی تھی جو اسے اشارہ دے سکیں کہ ان خوابوں کا مقصد کیا ہے۔اس نے سب سے

پہلے لفظ صحراء پر دائرہ بنایا پھر اپنی سرخ آنکھوں اور بالوں کو بھی دائرے میں بند کیا کہ خواب میں ہمیشہ اس نے خود کو اسی حالت میں دیکھا تھا، آخر میں اس نے لفظ عجیب مخلوقات کے گرد دائرہ کھینچا۔

"ہمم صحراء۔۔۔۔۔یعنی صحراء میں کچھ ہونے والا ہے اور میں وہاں موجود ہوں گی اپنے بدلتے رنگ کے ساتھ اور صحراء ہی میں یہ عجیب بلائیں بھی پائی جائیں گی" وہ پین منہ میں پکڑے غور کرنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"اوہ کیا ایسا ہو سکتا ہے" وہ حیران ہوئی۔

"پر ان باتوں کا یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ "اس نے ایک دفعہ پھر بھرے ہوئے صفحے کو دیکھا جہاں جا بجا دائرے بنا یے گئے تھے "کہ میرا سامنا ان بلاؤں سے ہونے والا

ہے اور وہ بھی صحراء میں۔۔۔۔۔اور صحراء تو اسی ملک میں موجود ہے۔۔۔۔۔۔اس کا مطلب یہ خواب آنے والے وقت کی نشاندھی کر رہے تھے اور میرے بدلتے رنگ کا تعلق بھی اسی سے ہے"اس نے دو انگلیوں سے اپنا ماتھا سہلایا کچھ فلمی سا لگا اسے۔

"ہونے کو تو کچھ بھی ممکن ہے اس سب کو وہم قرار نہیں دیا جا سکتا، مجھے اب بہت محتاط رہنا ہو گا"۔اس نے ڈائری اور قلم واپس نیچے کی دراز میں رکھ دیا۔

www.novelsclubb.com

اور واپس سے بستر پر لیٹ کر سوچنے لگی کہ یہاں کے صحراء کو ایک دفعہ دیکھنا تو پڑے گا کیا پتہ کوئی اور سرا ہاتھ آ جائے۔۔۔۔وہ یہی تانے بانے بنتے نیند میں جانے لگی ابھی وہ نیم غنودگی میں ہی تھی جب اسے کھٹکا سا محسوس ہوا۔اوز گل نے انکھیں کھولیں تو اسے کوئی سایہ سا نظر آیا جو دھیرے دھیرے اس کے قریب آ رہا تھا ہر سو

ایک جانی پہچانی خوشبو پھیلنے لگی اور پھر سائے نے ایک نام لیا" کیشیہ "۔وہی سرگوشی نما آواز اوزگل جواب دینا چاہتی پر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئی جیسے کوئی وزنی بوجھ اس کی پلکوں پر رکھ دیا گیا ہو۔انعام نے اسے پھر سے سلا دیا تھا۔

"پیاری لڑکی اتنا نہ سوچو" وہ اس کے سرہانے کھڑا بولا۔یہ انعام کا معمول بن چکا تھا کہ رات میں وہ ایک چکر اوزگل کے پاس ضرور لگاتا پتہ نہیں وہ تسلی کرنا چاہتا تھا یا پھر اس کا دیدار۔بہر حال جو بھی تھا اس وقت بھی اس نے اوزگل کی تمام باتیں سن لی تھیں لیکن کچھ ایسے کے کھڑکی سے باہر ہی ہوا میں معلق ہو کر کیونکہ اگر وہ اندر آتا تو اوزگل اس کی موجودگی کو محسوس کر لیتی اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اسے ظاہر ہونے پر مجبور کر دیتی۔ تبھی اوزگل کے غنودگی میں جانے کے باوجود وہ اندر بھی سائے کی صورت میں داخل ہوا۔کچھ وقت تو وہ ٹھہرا رہا اور پھر واپسی کے لیے مڑ گیا

کیونکہ ابھی اسے ریگستان کا ایک اور چکر لگانا تھا وہ موسیقی اب بھی جاری تھی جسے انعام بھی بخوبی سن سکتا تھا کیونکہ وہ خود ایک صحرائی مخلوق تھا۔اس نے غصے سے مٹھیاں بھینچی وہ سمجھتا تھا اس مخلوق کے فریب کو لیکن چاہ کر بھی اسے ختم نہیں کر سکتا تھا۔

ادھر ریگستانی رات میں وہ مدھر موسیقی ہر سو گونج رہی تھی۔جسے سن کر صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی سحر زدہ ہو جاتے اور اس آواز کا تعاقب کرتے۔دیکھا جائے تو اس وقت صحراء میں بھی یہی حال تھا چھوٹے چھوٹے خرگوش اپنے بلوں سے نکل کر دوڑتے ہوئے اس آواز کی جانب بڑھ رہے تھے جو اسی کالی پہاڑی کے پیچھے سے آرہی تھی۔جہاں پر وہ موجود تھا۔وہ یعنی "شوادھر" جو کہ ایک ایسی مخلوق ہے جسکا سر بارہ سینگے جیسا اور دھڑ انسانوں جیسا ہے۔اس کے دونوں سینگ 42 کھوکھلی شاخوں والے ہوتے ہیں اور جب ہوا ان بہت سی شاخوں سے گزرتی

ہے تو ایک خوشگوار آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کوئی بیٹھا وائلن یا پیانو بجا رہا ہو۔ یہ آواز جانوروں اور انسانوں کو اس قدر مسحور کر دیتی ہے کہ وہ بیٹھ کر یہ موسیقی سننے ہر مجبور ہو جاتے ہیں اور اسی کا فائدہ اٹھا کر شوادھرا اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے اپنے شکار کا سینہ چاک کر کے ان کا دل ہڑپ کر جاتا ہے اور باقی کے جسم کو چیر پھاڑ کر پھینک دیتا ہے یہ مخلوق بھی انہی میں سے ایک تھی جسے نساس نے آزاد کروایا۔

اوزگل نے جو موسیقی سنی وہ اسی کے سینگوں سے نکلتی ہوئی آواز تھی جو اپنی بھوک مٹانے کے لیے جانوروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ اس نے ایک ایک کر کے تمام خرگوشوں کے دل چبا ڈالے پر وہ بلا انسانی خون کی پیاسی تھی اور انسانوں کا آج کل وہاں داخلہ ممنوع تھا وہ کچھ دیر اور یہ موسیقی بجاتا رہا لیکن پھر کوئی انسان نظر نہ آنے پر چیختے ہوئے شہر کی طرف بڑھنے لگا۔ پر وہ اس بات سے ناواقف تھا کہ وہ صحراء کی حدود پار نہیں کر پائے گا اور وجہ تھی چاندی کے سانپ جو وہاں پہرا دینے پر مامور تھے۔ ان چمکیلے چاندی کے سانپوں کے ہوتے ہوئے کوئی بھی مخلوق

کیش قبیلے اور شہر کی جانب نہیں بڑھ سکتی تھی کیونکہ اگر وہ بڑھتی تو انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑتا۔ چاندی کے سانپوں کی پھنکاریں انہیں ختم تو نہیں البتہ کمزور ضرور کر دیتی تھیں۔

انعام اس دن بادشاہ سلامت سے ملنے کے بعد سیدھا محل کے خفیہ تہہ خانے میں گیا اور وہاں پڑے چاندی کے ایک مضبوط صندوق کو کھول کر ان سانپوں کو زندہ کیا، جس پر انعام کی اچھی خاصی توانائی صرف ہو گئی تھی۔ لمبے لمبے چاندی کے سانپوں نے زندہ ہوتے ہی انعام کو تعظیم پیش کی انعام نے انہیں بغور دیکھا اور کسی اجنبی زبان میں انہیں سمجھانے کے بعد اپنی ہتھیلی ان کے آگے کر دی۔ اشارہ پاتے ہی تمام سانپوں کی ہیئت تبدیل ہونے لگی وہ انعام کی ہتھیلی پر آتے ہی چھوٹے چھوٹے چاندی کی انگوٹھیوں میں تبدیل ہو گئے جنہیں اس نے اپنی انگلیوں میں پہن لیا اور پھر ریت بن کر غائب ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے کچھ سانپوں کو کیش

قبیلے کی سرحد پر چھوڑا اور پھر صحراء کی داخلی سرحد پر آ پہنچا اور یہاں پر سانپوں کو غیبی حالت میں چھوڑ دیا تاکہ وہ کسی کہ نظر میں نہ آ سکیں۔اپنا کام مکمل کرنے کے بعد وہ واپسی کے لیے مڑا جب اسے جھٹکے لگنا شروع ہو گئے اور آنکھیں نیلے رنگ کی ہو گئیں یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے ابھی نیلا پانی نکل پڑے گا۔یہ اس بات کی نشاندھی تھی کہ وہ کمزور پڑ رہا ہے اور اس کمزوری کو دور کرنا بے حد ضروری تھا اس نے جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی ٹھانی اور دماغ پر زور لگا کر خود کو غائب کرنے لگا تقریباً پانچ منٹ بعد وہ خود کو غائب کرنے میں کامیاب ہو گیا اور سیدھا قبیلے کے حکیم کے پاس پہنچا تاکہ اپنی طاقتیں بحال کروا سکے جو صحرائی جڑی بوٹیوں سے دوائیں بنایا کرتے تھے اور اس وقت انعام کو خود کو ٹھیک کرنے کے لیے جس دوا کی ضرورت تھی وہ تین سو سال پرانے کیکٹس سے بنتی تھی۔

انعام وہاں موجود ریتیلے بستر پر لیٹ گیا اور دوائی بننے کا انتظار کرنے لگا دواخانے میں

جابجا عجیب و غریب پودے پڑے تھے جن میں کچھ آپس میں محو گفتگو تھے، کچھ سو رہے تھے اور کچھ رو رہے تھے جبکہ کچھ تو انعام کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے تھے اور خود کو چھپانے کی کوشش میں لگے تھے، یہ تمام جادوئی پودے یا جڑی بوٹیاں تھیں جو صحرائی مخلوق کی طاقتیں بحال کرنے کے کام آتی تھی۔ حکیم صاحب اپنے بڑے بڑے پَر بند کیے دوا بنانے میں مصروف تھے اور انعام کسی کو سوچنے میں۔ جبکہ سرحدوں پر موجود سانپ تندھی سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔اور جب شواد ھر چیختا ہوا صحراء کی حدود تک پہنچا تو سانپوں کی پھنکار نے اسے ایک جھٹکے سے دور جا پٹخا۔ وہ پھر سے اٹھا اور آگے بڑھا لیکن پھر اڑ کر دور جا گرا، اب کہ وہ کھڑا ہوا اور تھوڑی دور جا کر ایک ہاتھ کا عجیب اشارہ کیا جس سے ہوا چل پڑی اور اس کے سینگوں سے موسیقی کی آواز نکلنے لگی اسے وہ سانپ نظر تو نہیں آئے لیکن وہ ان کی پھنکار بخوبی سن چکا تھا اور انہیں اس موسیقی کے ذریعے مسحور کرنا چاہتا تھا جبکہ سانپوں پر اس آواز کا قطعی کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ سانپ سننے کی صلاحیت سے

محروم ہوتے ہیں یہ صرف انعام ہی تھا جو اپنی آواز ان کے دماغ تک پہنچا دیا کرتا تھا کیونکہ وہ ہی ان کی تخلیق کرنے والا تھا۔اسی نے ان سانپوں کو پگھلی ہوئی چاندی سے جادو کے ذریعے بنایا تھا۔کافی تگ و دو کے بعد بھی جب کوئی اثر ہوتا ہوا دکھائی نہ دیا تو وہ بلا منہ سے خون ٹپکاتی اور چنگھاڑتی ہوئی واپس مڑ گئی۔

.....

www.novelsclubb.com

"وكنت أعرف منزل البداية

(اور میں ابتدا سے جانتا تھا)

أنّي وجد تك لأضيعك

(کہ میں نے تجھے کھونے کے لیے پایا)

وأحببتک لأفقدک

(اور تمھیں یاد کرنے کے لیے تم سے محبت کی)

فقد التقینا مصادفۃ"

(کیونکہ ہم اتفاق سے ملے تھے)

www.novelsclubb.com

"حسیب جلدی جلدی ناشتہ کرو میری آج پریزنٹیشن ہے اگر مجھے زرا سی بھی دیر ہو

گی تو میں نے تمھیں وہی گنجا کر دینا ہے "فروہ اپنے بھائی کی سستی سی زچ آچکی تھی جس کا ناشتے کا پروگرام شاید دوپہر تک چلنا تھا۔

"اب تمھاری پریزنٹیشن کے چکر میں کیا میں بھوکا ہی یونیورسٹی چلا جاؤں۔۔۔۔اگر میرا بلڈ پریشر لو ہو گیا اور میں بے ہوش ہو کر گر گیا تو کتنی سبکی ہو گی میری "وہ چیز آملیٹ پر ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔

"ہونہہ مر جاؤ تم "فروہ پیر پٹختی ہوئی چلی گئی۔

"ہاں جیسے تمھارے کہنے سے مر ہی تو جاؤں گا"۔

اوزگل جب اپنے کمرے سے باہر نکلی تو صبح کے آٹھ بج رہے تھے اور اس سفید

اپارٹمنٹ میں خاصی ہل چل مچی ہوئی تھی۔اس نے لاونج میں کھڑے ہو کر ایک نظر سب پر ڈالی خورشید ماموں اور مجیب آفس کے لیے نکل رہے تھے، حسیب ناشتے کے اختتامی مراحل طے کر رہا تھا اور فروہ منہ پھلائے صوفے پر بیٹھی بار بار کلائی میں بندگی گھڑی کو دیکھ رہی تھی جبکہ ہاجرہ ممانی اپنے اوپن کچن میں موجود تھی۔ماموں کی نظر جب اوزگل پر پڑی تو اس کے قریب آئے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے "اوزگل بچے اس وقت تو سب اپنے اپنے کاموں پر جا رہے ہیں امید کرتا ہوں تم بور نہیں ہو گی، ایسا کرنا نیچے جا کر یہ ایریہ دیکھ لینا تمھارا دل بہل جائے گا پھر ان شاءاللہ رات کو بچے تمھیں گھمانے لے جائیں گے"۔

"اوہ ماموں دیٹس اوکے آپ جائیں اپنے کام پر میں مینیج کر لوں گی" وہ ہلکی سی مسکراہٹ لیے بولی۔پھر ایک ایک کر کے وہ چاروں اپارٹمنٹس سے نکل گئے۔

ہاجرہ ممانی نے اسے ناشتے کے لیے ٹیبل پر بلایا اور وہ خاموشی سے اپنا ناشتہ کرنے لگی جب انہوں نے بات شروع کی "ویسے کہیں رشتے وشتے کی بات چلی تمھاری" اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا ساتھ ہی بڑے مگ سے چائے کی چسکیاں بھی بھرنے لگی۔

اوزگل نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور آبرو اوپر کو اٹھا کر پوچھا "کیا؟؟"

"ارے بھئی اتنی کاکی تو ہو نہیں جو رشتے کی بات سمجھ میں نہ آئے" وہ منہ ٹیڑھا کیے بولی۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔کیوں اپنے کروانا ہے کیا میرا رشتہ جو اتنا تجسس ہو رہا ہے" وہ مسکرائی۔

"لاحولہ ولا۔۔۔۔۔بھئی بڑی ہی منہ پھٹ ہو اور بھلا میں کیوں کروانے لگی رشتہ۔۔۔۔ہونہہ"

"تو بس پھر آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔اگر ایسے ہی ٹینشن لیتی رہیں تو عنقریب آپ کو شوگر ہو جائے گی وہ نہیں تو کم از کم بلڈ پریشر کی مریضہ تو پکی بن جائیں گی"اب وہ کہاں چپ رہنے والی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہائے توبہ اللہ نہ کرے لڑکی کیسی باتیں کرتی ہو۔۔۔۔۔"اب ممانی اپنا مگ اٹھا کر وہاں سے نکل گئی۔

"اور لو اوز گل سے پنگا"وہ ان کی پشت کو دیکھ کر بڑبڑائی اور پھر ناشتے میں مگن ہو

گئ۔ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنے برتن بھی دھو کر ایک طرف کو رکھ دیے اب اتنا احسان تو وہ کر ہی سکتی تھی اپنی ممانی جان پر۔پندرہ منٹ بعد وہ تیار ہو کر نکلی اور ممانی کی جانب بڑھ گئ جو لاونج میں بیٹھی ٹی۔وی دیکھنے میں مصروف تھی اس نے ان کو اطلاع دی کہ وہ باہر جا رہی ہے اور پھر اللہ حافظ کہہ کر اپارٹمنٹ سے نکل آئی البتہ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"سارا دن ان کے سنگ گزارنے سے اچھا میں شہر نہ دیکھ لوں" لفٹ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ خود سے مخاطب ہوئی۔

"آج تو بھئ ہم اپنی کمپنی اچھے سے انجوائے کریں گے" اب وہ لفٹ سے نکلتے ہوئے مسکرائی اور بلڈنگ کے داخلی دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔باہر نکل اس نے سر اٹھا کر صاف ستھرے نیلے آسمان کو دیکھا جہاں اکا دکا پرندے اڑتے ہوئے

نظر آرہے تھے۔اوزگل نے آسودگی بھری سانس کھینچی اور آنکھوں پر کالے چشمے لگا کر آگے بڑھنے لگی۔ویسے بھی یہ شہر اس کی جنم بھومی تھی جہاں اس نے آنکھ کھولی اور جہاں پر اس نے اپنے والدین کے ساتھ وقت گزارا تھا ایک لحاظ یہ جگہ اس کے لیے پرائی نہ تھی۔

سٹاپ والی جگہ پر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے گوگل کھولا اور یہاں کے تاریخی مقامات کو سرچ کرنے لگی۔آخر کو وہ اوزگل تھی اور پھر پاکستان کا شہر لاہور ہو یا قطر کا شہر دوحہ اس کی پہلی ترجیح عجائب خانے اور تاریخی مقامات ہی تھے۔بعض اوقات اسے لگتا جیسے وہ خود بھی قدیم دنیا کی باسی ہو اور غلطی سے یہاں آن پہنچی ہو لیکن یہ صرف اس کے احساسات ہی تھے کیونکہ وہ جب بھی ایسی جگہوں کا رخ کرتی ہر شے پسِ منظر میں چلی جاتی کچھ سامنے ہوتا تو وہ قدیم دیواریں اور وہ قدیم نوادرات جو وہاں پڑے ہوتے اور اسے اپنی جانب کھینچتے۔

"اوہ یس۔۔۔۔چل اوزگل کمر کس لے اب"اس نے موبائل بند کر کے کندھے پر پہنے کراس بیگ کی سٹر یپس مضبوطی سے پکڑی اور پھر ایک ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا۔اپنی مطلوبہ جگہ بتا کر اور کرایہ کم کروا کر وہ آرام سے سیٹ پر بیٹھ گئ۔یوں تو یہاں کی مقامی زبان عربی تھی لیکن اور بھی بہت سی زبانیں بولی اور سمجھی جاتی تھیں جس کی بنا پر یہاں آنے والے سیاحوں کو آسانی رہتی۔وہ ہر راستے کو غور سے دیکھتی رہی اور اسے ذہن نشین کرتی رہی، تقریباً چالیس سے پینتالیس منٹ کی مسافت کے بعد وہ میوزیم پہنچ گئی کرایہ دینے کے بعد وہ ٹیکسی سے اتری اور سامنے نظر آتی اس خوبصورت عمارت کو دیکھنے لگی اوزگل کی سرخ آنکھوں میں ستائش ابھری۔

اسلامی آرٹ کا میوزیم قطر کا ایک اہم ثقافتی مقام ہے جس میں تین براعظموں کے آرٹ اور چودہ سو سال پر محیط فن کو پیش کیا گیا ہے۔میوزیم میں بہت سے

نوادرات، زیورات، تلواریں اور زرہ بکتر (فوجی ساز و سامان) ہیں جن میں بعض کو شیشے کے بکس میں بند کیا گیا ہے۔ اوزگل نے ٹکٹ خریدی اور عجائب خانے میں داخل ہو گئی اور اب مشکل ہی تھا کہ وہ دو، تین گھنٹوں سے پہلے یہاں سے نکلتی۔ دوسری طرف انعام غیبی حالت میں اوزگل کے پیچھے تھا لیکن کافی فاصلہ رکھے ہوئے تاکہ اس کی خوشبو اوزگل تک نہ پہنچے۔ وہ اس پر نظر رکھے ہوئے تھا ویسے تو اوزگل کو کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا لیکن انعام کا دل "اپنی کیشیہ" کو اکیلا چھوڑنے پر راضی نہ تھا۔ یہ ملک اس کے لیے اجنبی تو نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ ہر جگہ، ہر قدم پر اوزگل کے پاس ہونا چاہتا تھا اور وہ یہ سب بادشاہ یعنی اپنے باپ سے چھپ کے کر رہا تھا کیونکہ اگر ان کو اس بات کی خبر ہو جاتی تو شاید وہ انعام کو کبھی اوزگل کے قریب نہ جانے دیتے۔ پر وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کا بیٹا ایک ایسی محبت میں مبتلا ہو گیا ہے جو لاحاصل رہے گی جو اس کی زندگی کو ہجر کی آگ میں جلا ڈالے گی۔ کیونکہ اس کے دل کا کونہ کونہ کیشیہ کی محبت سے لبریز ہو چکا تھا اور واپسی ناممکن تھی۔ پر

یہ تو آنے والے وقت ہی بتائے گا اس ہجر کی آگ میں کون جلنے والا ہے

اچھا خاصا گھومنے پھرنے کے بعد اوزگل ڈھائی بجے کے قریب ماموں کے اپارٹمنٹ پہنچی۔بلڈنگ میں داخل ہوتے ہی اسے فروہ اور حسیب بھی مل گئے۔وہ دونوں بھی ابھی ہی پہنچے تھے،اوزگل کو دیکھ کر دونوں اس کے قریب آئے اور آج کے دن کے بارے میں پوچھنے لگے جس پر اس نے مختصر الفاظ میں بتایا کہ وہ میوزیم دیکھنے گئی تھی۔وہ تینوں اب اپارٹمنٹ میں داخل ہو گئے اور سامنے لاونج میں بیٹھے ماموں، ممانی اور مجیب کو دیکھ کر سلام کیا کچھ وقت بعد کھانا کھایا گیا اور پھر ماموں اور مجیب تو واپس آفس کے لیے نکل گئے جبکہ باقی کے افراد آرام کی غرض سے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ابھی تھوڑی دیر گزری ہو گی کہ اوزگل کے کمرے میں دستک ہوئی اور پھر فروہ اندر داخل ہوتی ہوئی دکھائی دی۔اوزگل بیٹھی سکیچ بنانے میں مصروف تھی اسے دیکھ کر مسکرائی اور بیڈ پر بیٹھنے کے لیے جگہ دی۔

"تم سکیچنگ بھی کرتی ہو۔۔۔۔۔واہ بھئی یہ تو کمال ہو گیا"فروہ نے ایک نظر اس کی سکیچنگ پر ڈالی جہاں کاغذ پر وہ نساس کی شکل بنا رہی تھی۔

"ہاں بوریت ہو رہی تھی تو سوچا کچھ تخلیقی کام کر لیا جائے"اوزگل نے اپنے نامکمل سکیچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ ایم ریلی سوری دیکھو ناں تم اتنی دور سے آئی ہو اور ہم میں سے کوئی بھی تمھیں ٹھیک سے وقت نہیں دے پا رہا"فروہ کو اس کی بوریت کا اچھے سے احساس ہوا۔

"نیور مائنڈ مجھے ویسے بھی اکیلے رہنے کی عادت ہے تو تم شرمندہ مت ہو"ہولے سے مسکرا کر جواب دیا،فروہ نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا۔

"پر یہ میرا وعدہ ہے کہ ہم پکا گھومنے چلیں گے اور پھر شاپنگ بھی کریں گے۔۔۔۔سو تم مینٹلی ریڈی رہنا کیونکہ حسیب کسی بھی وقت منہ اٹھا کر ہمیں لے چلے گا اس کی ٹائمنگ کا کوئی بھروسہ نہیں"اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ویسے تم اس خوفناک سے انسان کا سکیچ کیوں بنا رہی ہو، کسی اداکار یا ماڈل کا بنا لیتی۔۔۔۔ہائے ے ے ڈر نہیں لگتا کیا؟"فروہ نے ایک بار پھر سکیچ پر نظر ڈالی اور ایک جھرجھری لی۔

www.novelsclubb.com

اوزگل نے اپنی کالی گہری آنکھوں سے فروہ کو دیکھا اور بولی"ڈر تو ہمارے اپنے اندر کا احساس ہے اگر ہم کہیں گے کہ ہمیں خوف آرہا ہے یا پھر ڈر لگ رہا ہے تو ہم ڈرتے رہیں گے لیکن اگر ہم اپنی یہ سوچ بنالیں کہ کوئی بھی چیز ہمیں نقصان نہیں

پہنچا سکتی جب تک اللہ کا حکم نہ ہو تو یہ ڈر خود ہی ختم ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔یہ سب بھی اللہ کی بنائی ہوئی مخلوقات ہی ہیں اور ہماری طرح اس دنیا میں اپنی زندگی گزار رہی ہیں" وہ سانس لینے کو رکی اور پھر سے گویا ہوئی۔

"میں کہتی ہوں کہ انسان کو اگر ڈرنا ہی ہے تو اپنے گناہوں سے ڈرے کیونکہ میرے رب سے تو کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔۔۔۔۔ڈرے اس دن سے انسان جب اس کی پکڑ ہو گی تب کوئی توبہ، کوئی التجا کام نہیں آئے گی" وہ پر اثر لہجے میں بولی جبکہ فروہ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"بہت اچھی باتیں کرتی ہو تم۔۔۔۔۔۔کافی کچھ نیا سیکھنے کو ملے گا تم سے" فروہ نے خوشدلی سے کہا وہ اوزگل کی شخصیت سے کافی متاثر ہوئی تھی۔

"اچھا ہاں میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب میرے ہاتھ ایک آرٹسٹ لگ گئی ہے تو ایسا ہے کہ جانے سے پہلے تم نے میرا سکیچ لازمی بنانا ہے۔۔۔۔میں اسے اپنے روم میں لگاؤں گی یوں سمجھ لو وہ ایک گفٹ ہو گا میرے لیے تمھاری طرف سے "اس نے ایکسائٹڈ ہوتے ہوئے کہا اور اوز گل نے ہنس کر سر اثبات میں سر ہلا دیا اور سوچنے لگی یہ بھی سعدیہ سے کم نہیں ہے۔

سعدیہ کے نام سے اسے دونوں بہن بھائی یاد آئے اس نے سوچا کہ رات کو وہ انہیں ضرور ویڈیو کال کرے گی۔دادا اور دادی سے تو اس کی وقتاً فوقتاً بات ہوتی رہی ہے کیونکہ دونوں کا دل اوز گل میں ہی اٹکا رہتا ہے وہ تو دادا جان کو بارہا باور کروا چکی تھی کہ اب ہو گی انہیں اپنی پوتی کی قدر۔کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد فروہ اٹھ کر چلی گئی اور وہ تمام سوچوں کو سر سے جھٹک کر کاغذ پر جھک گئی اور سکیچ مکمل کرنے لگی۔

آدھے گھنٹے کی محنت کے بعد اس کا سکیچ مکمل ہو گیا "ہوں نائس "اس نے ایک

بھرپور نظر اس عفریت کے سکیچ پر ڈالی کہ دفعتاً اس کی آنکھ سے ایک قطرہ نکل کر سفید کاغذ پر ٹپکا۔اوزگل چونکی "خون کا آنسو" اس کے لب پھڑپھڑائے اور پھر دوسرا قطرہ گرنے کی دیر تھی کہ کاغذ نے آگ پکڑ لی۔اوزگل نے جلدی سے کاغذ کو نیچے فرش پر پھینکا اور اسے جلتے ہوئے دیکھنے لگی دماغ میں ایک سوال شدت سے ابھر رہا تھا کہ آخر کیسے اس کی آنکھ سے نکلے ان خونی آنسو سے آگ لگ گئی۔وہ پہلی دفعہ اپنی پراسرار زندگی سے کچھ خوفزدہ ہوئی اور پھر لمبے لمبے سانس لے کر خود کو پرسکون کرنے لگی جب اس کے کمرے میں مانوس سی خوشبو پھیلی "اجنبی" اس کے منہ سے نکلا اور پھر وہ کمرے میں ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔

www.novelsclubb.com

"پریشان مت ہو کیشیہ یہ تمھاری طاقتیں ہیں جو تمھارے کام آئیں گی" کمرے میں انعام کی گمبھیر آواز گونجی۔

کچھ کہنے کے لیے لب ہلے مگر اس سے پہلے ہی انعام نے اس کی بات کا جواب دے دیا"جیسے تمھارے خوابوں کا راز کھل چکا ہے ویسے ہی بہت جلد تمھاری ان طاقتوں کا راز بھی سامنے آجائے گا"اور اوز گل نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

"اور تم کب ختم کرو گے اس چھپن چھپائی کے کھیل کو؟"خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے اس نے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

انعام اس کی بات سن کر دلکشی سے مسکرا دیا"جب تم کہو"اس نے بالآخر سامنے آنے کا سوچا۔اوز گل نے اس کا جواب سن کر پٹ سے آنکھیں کھول دیں اور کھڑے ہو کر سامنے دیکھتے ہوئے بولی"تو پھر دکھاؤ اپنا وجود آجاؤ میرے سامنے"۔

یہ کہنے کی دیر تھی کہ کمرے میں ریت کا گولہ ظاہر ہوااور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ انعام کی شکل اختیار کر گیا۔انعام جو تھاتوایک صحرائی مخلوق لیکن دکھتاانسانوں جیسا تھااگر غور کیا جاتاتو پتہ لگتاکہ وہ انسان نہیں ہےاور وجہ اس کی آگ رنگ آنکھیں تھیں انتہاء کی خوبصورت آنکھیں جس کے سحر سے کوئی بچ نہ پائے۔اوز گل بت بنی سامنے کھڑے اس شخص کر دیکھ رہی تھی جس کی آن بان کسی شہزادے سے کم نہ تھی اور کیوں نہ ہوتی آخر کو وہ کیش قوم کا شہزادہ ہی تھا۔اس نے سفید رنگ کا ایک عجیب طرز والا لباس پہن رکھا تھاجو اس کے وجود پر کافی جچ رہا تھا۔اوز گل نے بمشکل اپنی نظریں اس کی آنکھوں سے ہٹائیں جسے انعام نے بخوبی محسوس کیااور مسکرا کر رہ گیا۔

وہ اس کے سامنے کھڑی ہو کر پوچھنے لگی "کون ہو تم؟"

"انعام۔۔۔۔۔۔۔کیش قبیلے کا باسی۔۔۔۔۔ایک صحرائی مخلوق"اس نے ٹھہر ٹھہر کر جواب دیا۔

"صحرائی مخلوق"اوزگل کے منہ سے نکلا جبکہ اس نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں صحرائی مخلوق، جیسے انسان، جانور اور جنات ہوتے ہیں ویسے ہی اس دنیا میں اور بھی بہت سی مخلوقات کا بسیرا ہے"وہ اب دھیرے دھیرے اوزگل کو بتانے لگا۔

"جیسے تم انسان شہروں اور گاؤں میں رہتے ہو وہاں گھر وغیرہ بناتے ہو ایسے ہی ہمارا

بسیر اصحراء میں ہوتا ہے جہاں پر ہمارا قبیلہ آباد ہے جہاں ہم سب کے گھر ہیں جو انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔"انعام اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا جہاں پر اس وقت حیرت کی چھاپ تھی اسے اپنا سفید محل والا خواب یاد آیا اور وہ لوگ یاد آئے جن کے مکھیوں جیسے باریک پَر تھے۔کچھ سوچ کر وہ چند قدم آگے بڑھی اور پھر مڑ کر انعام کی پیٹھ کو دیکھنے لگی۔

"تمھارے پَر کہاں ہیں؟"معصومیت سے پوچھا گیا۔

انعام اس کے سوال پر ہنس پڑا"واہ تو تم جانتی ہو کہ ہمارے پر بھی ہوتے ہیں؟"اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہاں خواب میں دیکھا تھا میں نے "اس نے جواب دیا نظر اب بھی بدستور اس کی پیٹھ پر تھی جہاں وہ پر ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔

" بلکل میرے پَر ہیں لیکن میں ان کا استعمال بہت کم ہی کرتا ہوں اسلئے وہ غائب رہتے ہیں" یہ کہہ کر انعام نے اپنے پر دکھائے جسے دیکھ کر اوز گل کی آنکھیں ستائش سے پھیلیں کیونکہ وہ پَر باقیوں کی طرح مکھیوں جیسے نہیں تھے بلکہ وہ تو بہت خوبصورت سفید رنگ کے بڑے بڑے پَر تھے۔

www.novelsclubb.com

"تمھارا تعلق کیا پرستان سے ہے کیونکہ ایسے پر تو پریوں کے دیس سے تعلق رکھنے والوں کے ہوتے ہیں "انعام نے نوٹ کیا کہ وہ کافی کچھ جانتی تھی دوسری مخلوقات کے بارے میں۔

"نہیں کیشیہ میں صحرائی مخلوق ہوں اور ہمارے بھی ایسے ہی پَر ہوتے ہیں کسی کے مکھیوں جیسے تو کسی کے تتلیوں کی مانند۔۔۔۔میرے پر مختلف اس لیے ہیں کیونکہ میں کیش کا شہزادہ ہوں اور محل کے افراد کے پَر باقی قوم جیسے نہیں ہوتے"۔اس نے تفصیل سے کہا،وہ تو جیسے آج ہر جواب دینے کے لیے تیار تھا۔اوزگل نے سر ہلایا اور اسے دیکھ کر مسکرائی نہ جانے کیوں پر انعام کو لگا جیسے وہ مسکراہٹ اس کے دل کی خبر سنا رہی ہو کہ وہاں بھی ہلچل شروع ہو چکی ہے۔

"کیشیہ کیا تم جانتی ہو ہمارا ساتھ کتنا پرانا ہے"وہ دو قدم آگے بڑھا اور اس کی کالی گہری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب"وہ سمجھ تو گئی تھی لیکن پھر بھی انعام سے سننا چاہا۔اس کے ذہن میں وہ تمام واقعات گھومے جب اسے محسوس ہوتا تھا کہ کوئی اس کے پاس ہے اور یہ

اب سے نہیں بلکہ بچپن سے۔

"تمھاری پیدائش کے کچھ وقت بعد ہی میرا تمھارے پاس رہنا مقرر کر دیا گیا تھا۔۔۔تو بس سوچ لو خود ہی" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

وہ ایک خوش شکل نوجوان تھا،اوزگل نے بغور اس کے سراپے کو دیکھا اور اندازہ لگانا چاہا کہ اس کی عمر کیا ہو گی اور اس کے پوچھنے سے پہلے ہی انعام نے جواب دیا" 150 سال"۔

www.novelsclubb.com

"پر تم تو کہیں سے بھی۔۔۔میرا مطلب" وہ تھوڑی متحیر ہوئی زیادہ نہیں کیونکہ اس نے ایک کتاب میں پڑھ رکھا تھا کہ جنات اور باقی مخلوقات کی عمریں انسانوں کی بنسبت زیادہ ہوتی ہیں اور اب انعام کو دیکھ کر اسے یقین آ گیا۔

"اور کچھ پوچھنا چاہتی ہو؟" انعام نے اپنی خوبصورت آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا جو مہرون رنگ کی قمیص کے ساتھ سفید ٹراؤزر اور سفید ہی دوپٹہ کندھے پر ڈالے اس کے سامنے کھڑی تھی، خوبصورت لمبے بال اس وقت ہیئر کیچ میں مقید تھے۔یہی وہ لڑکی تھی جسے اس صحرائی شہزادے نے سالوں سے چاہا تھا۔ انعام کا دل الگ انداز میں دھڑکا۔

"کیشیہ۔۔۔تم مجھے کیشیہ کیوں بلاتے ہو جبکہ میرا نام تو اوزگل ہے۔۔۔۔ویسے میں نے جب بھی یہ نام سنا تو مجھے ایک عجیب سا احساس ہوا جیسے میرا بہت گہرا تعلق ہو اس نام سے" اوزگل کو یہ بات کب سے کھٹک رہی تھی سو اب پوچھ ہی لیا۔

انعام نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس فضا میں خارج کی اور بولا "کیونکہ تم

کیشیہ ہو ہماری کیشیہ،اور تعلق تو ہے وہ یہ کہ تم کیش قوم کو بچانے والی کیشیہ ہو"۔

اوزگل نے اچنبھے سے اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اور پھر اس بات کی وضاحت مانگنا چاہی جب انعام نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا اور کہنے لگا "مجھے جانا ہو گا کیشیہ میرا بلاوا آ گیا ہے" وہ قدم قدم پیچھے ہٹنے لگا۔ بادشاہ سلامت اسے بلا رہے تھے اس کے دماغ میں بار بار الارم سا بج رہا تھا جس کا ایک ہی مطلب نکلتا تھا کہ ضرور کوئی ایک بات ہے۔

www.novelsclubb.com

"پھر کب آؤ گے" اوزگل نے بے ساختہ پوچھا اور اپنی اس بات پر وہ خود بھی ششدر رہ گئی جبکہ انعام کے لب اس کے سوال پر مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"بہت جلد۔۔۔اپنا خیال رکھنا" اور پھر وہ ریت کا گولہ بن کر غائب ہو گیا اور وہ وہیں کھڑی ریت کے ننھے ننھے ذرات کو تکنے لگی۔

.....

www.novelsclubb.com

نیلے آسمان پر اس وقت شام کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔سورج اپنا رخ موڑے مغرب کی جانب آہستہ آہستہ بڑھ رہا تھا اور تمام چرند پرند اپنے ٹھکانوں کی جانب محو پرواز تھے۔ایسے میں اگر صحراء کی طرف رخ موڑا جاتا اور سفید محل کی شاندار عمارت کے اندر دیکھا جاتا تو معلوم ہوتا کہ بادشاہ سلامت کسی گہری سوچ میں غرق

ہیں جبکہ ان کا مشیرِ خاص یعنی انعام اور قبیلے کے کچھ خاص لوگ ہاتھ باندھے نگاہیں جھکائے ادب سے کھڑے ہیں۔کچھ دیر بعد انہوں نے سر اٹھا کر سب پر ایک سرسری نظر ڈالی اور گلا کھنکھار کر بات کا آغاز کیا۔

"آپ سب کو معلوم ہو گا کہ جنگ کے دن قریب آ چکے ہیں۔۔۔۔۔اور جیسے جیسے دن قریب آتے جائیں گے وہ بلائیں ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنا پورا زور لگائیں گی" وہ ایک لمحے کو سانس لینے کے لیے رکے اور پھر اپنی ہیرے کی انگوٹھی کو انگلی میں گھماتے ہوئے دوبارہ بات شروع کی۔

"بیشک وہ چاندی کے سانپ بہت طاقتور ہیں لیکن ہمیں اس بات سے غافل نہیں ہونا چاہیے کہ ان میں کچھ بلائیں ایسی بھی ہیں جو بہت ہی شاطر و چالاک ہیں۔۔۔۔۔۔جو کسی کو بھی اپنے فریب میں پھانس کر ان سے اپنا کام نکلوا سکتی ہیں

اسی لیے قبیلے کے ہر فرد کو بہت چوکنا رہنا ہو گا" بادشاہ کی سنجیدہ آواز گول کمرے میں گونجی۔

"حکم کریں بادشاہ سلامت۔۔۔۔۔آپ کے لیے اور اس قبیلے کے لیے تو جان بھی حاضر ہے" ایک بندے نے ادب سے کہا یہ قبیلے کا وہ شخص تھا جو کسی بھی دوسری مخلوق کی بُو میلوں دور سے سونگھ لیا کرتا تھا۔

"ہاں موریا حکم ہے اور وہ یہ کہ قبیلے کی فصیل پر تم نے ہمہ وقت موجود رہنا ہے اور کوئی بھی اجنبی بُو آئے تو فوراً سپاہیوں کو خبر دار کرنا ہے" انہوں نے پہلا حکم صادر کیا جبکہ موریا کو رنش بجالایا جسکا مطلب تھا کہ حکم کی پیروی کی جائے گی۔

"ان کا پہلا شکار ہم ہی ہوں گے کیونکہ وہ یہی چاہتے ہیں کہ کیش قبیلے کو ختم کر کے

اس ریگستانی زمین پر راج کریں۔۔۔۔۔لیکن ہم ان شیطانی قوتوں کو کبھی سر خرو نہیں ہونے دیں گے "یہ کہہ کر وہ ذرا جھکے اور میز پر موجود کاغذوں کے چند رول اٹھائے اور آگے بڑھ کر انعام کے علاوہ ایک ایک کو تھما دیے۔

"ان کاغذات میں آپ سب کے کام درج ہیں جن پر آج سے ہی سب نے عمل پیرا ہونا ہے۔۔۔۔اب آپ لوگ رخصت ہو سکتے ہیں۔۔۔۔خدا ہمارا حامی و مددگار ہو" وہ لوگ باری باری بادشاہ کو سلام کرتے باہر کی جانب مڑ گئے۔

www.novelsclubb.com

"باباجان آپ نے انہیں وہ کاغذات کیوں دیے۔۔۔۔۔موریا کی طرح باقی افراد کو بھی ان کے کام سے آگاہ کر دیتے۔۔۔۔۔کیا اس کے پیچھے کوئی خاص مقصد ہے؟" انعام کے ماتھے پر بل آئے۔

بادشاہ سلامت جو کمر پر ہاتھ باندھے کھڑکی سے باہر کا نظارہ دیکھ رہے تھے انعام کی بات پر مڑے اور پھر سنجیدگی سے گویا ہوئے "حالات کی نزاکت کو سمجھو میرے بچے ہمیں اپنا ہر قدم پھونک پھونک کر اٹھانا ہے"۔

"ان کاغذات میں سب کی ڈیوٹیاں درج ہیں ساتھ ہی میں نے ایک ایسی جادوئی سطر لکھی ہے جسے پڑھنے کے بعد وہ پوری دلجمعی سے اپنے کام میں محو ہو جائیں گے اور کسی بھی قسم کے فریب سے بچے رہیں گے" بادشاہ نے جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

"اور یہ وہی جادوئی سطر ہے جو محض چند لوگوں کو ہی پڑھنے کے لیے دی جا سکتی ہے تبھی آپ نے قبیلے کے خاص لوگوں کا انتخاب کیا" انعام نے سمجھتے ہوئے باقی کی بات پوری کی جبکہ بادشاہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔

"بلکل۔۔۔۔۔۔اب جاؤاور جا کر پورے صحراء پر نظر رکھو لیکن کیشیہ سے فراموش نہ ہونا اس کی حفاظت سب سے بڑھ کر ہے" انہوں نے اب اپنے بیٹے کو حکم صادر کیا۔انعام نے سر ہلا کر تعظیم پیش کی اور پھر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

بادشاہ سلامت گول کمرے کی دائیں طرف آئے اور دیوار پر پڑا دبیز پردہ ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف کو کیا اور پھر سامنے نظر آتی ایک پینٹنگ کو دیکھنے لگے جس میں ایک خوبصورت عورت جو شکل وصورت سے ملکہ لگتی تھی گود میں ایک چھوٹے بچے کو لیے بیٹھی ہے "آہ حوریہ کاش آج آپ زندہ ہوتی تو دیکھتی کہ انعام آپ کا ہی پرتو ہے وہیں انکھیں، وہی سنجیدگی، وہی مسکان" وہ اپنی بیوی کی تصویر کو دیکھتے ہوئے بھیگے لہجے میں بولے۔اب نہ جانے کتنے وقت تک اب انہوں نے اسی تصویر سے محو گفتگو رہنا تھا۔

انعام اپنی پرواز اونچی رکھے ہوا میں تیرتا ہوا ایک ایک ٹیلے اور پودے کا جائزہ لے رہا تھا۔اس کی تیز نگاہیں صحراء کی چاروں جانب گھوم رہی تھیں۔وہ سفید محل اور اپنے قبیلے کی حدود سے کافی دور نکل آیا تھا اور جس علاقے میں داخل ہو چکا تھا یہ وہی جگہ تھی جہاں پر لق دق صحراء کر بیچ وہ کالی پہاڑی موجود تھی جس کے اندر سے تمام بلاؤں کو نکالا گیا تھا۔اور اب شاید ایک اور بلا نے نمودار ہونا تھا اور صحرائے دوحہ کو اپنا دیدار کروانا تھا کیونکہ انعام نے محسوس کیا کہ ہواؤں میں تیزی آتی جا رہی ہے اور یہ تب ہی ہوتا جب کوئی صحرائی بلا زمین کے اوپر آتی۔صحراء کی فضا کو دھول نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور ریت کے ذرے ہوا میں اڑنے لگے اسی کے ساتھ کچھ خوفناک آوازیں بھی سنائی دینے لگی جیسے بہت سی چڑیلیں ایک ساتھ مل کر کسی چیز کا جشن منا رہی ہوں۔

انعام غیبی حالت میں موجود تھا لیکن پھر بھی خود کو ایک ٹیلے کی اوٹ میں کر لیا اور سامنے اس کالی پہاڑی کو بغور دیکھنے لگا جس کے غار سے اب کوئی چیز باہر کو نکل رہی

تھی ریتیلی ہواؤں کے باعث کچھ صاف دکھائی نہ دیتا پر انعام جو خود بھی صحرائی مخلوق تھا اس پر ان ہواؤں اور طوفانوں کا قطعی کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ آسانی سے غار سے نکلتے ہوئے ایک وجود کو دیکھ رہا تھا اور پھر ایک خوبصورت مرد کو وہاں موجود دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑے اور آنکھوں میں حیرت ابھری۔ وہ خوبصورت مرد دراصل گورگن (Gorgon) تھا ایک خوفناک مخلوق، خوبصورتی اور خوفناکی کا دلچسپ امتزاج کیونکہ اس کے سر پر بالوں کی جگہ چھوڑے چھوٹے کالے سانپ تھے۔ گورگن کی شکل جتنی خوبصورت تھی اس کے سر پر موجود سانپ اتنے ہی خوفناک جن کے منہ کھلے ہوئے تھے اور بڑے بڑے نوکیلے دانت واضح دکھائی دیتے۔ گورگن کے سر پر ان سانپوں کو دیکھ کر کراہیت سی ہوتی تھی۔

وہ اب متوازن چال چلتا اپنی آنکھوں کے ڈیلوں کو تیزی سے حرکت دے رہا تھا کیونکہ اسے انتظار تھا کسی جاندار کا جسے وہ پتھر کا بنا سکے اور ذہنی تسکین حاصل کر سکے۔ ہاں۔۔۔۔۔۔۔ پتھر کا بنانا وہ کسی بھی چیز یا انسان کو ایک نظر دیکھ کر انہیں

پتھر کی مورت میں تبدیل کر دیتا اور وہ کالے سانپ اس کے سر سے نکل کر لوگوں کا خون چوستے۔ وہ اب چاروں طرف گھوم رہا تھا اور اپنا شکار ڈھونڈ رہا تھا۔ انعام نے کچھ دیر اس پر نظر رکھی اور پھر واپس ہوا میں اونچا ہو گیا اسے اب باقی جگہوں کا جائزہ لینا تھا اور دوسری بلاؤں کو بھی اپنی نظر میں رکھنا تھا۔ جبکہ صحراء کا ذرہ ذرہ اپنی ملکہ کی راہ تک رہا تھا کہ وہ آئے اور ان کے وجود کو ان بلاؤں سے پاک کر دے۔

.....

www.novelsclubb.com

اوزگل بیڈ پر بیٹھی موبائل ہاتھ میں پکڑے سامنے سکرین پر نظر آتی دادی جان کی باتیں سن رہی تھیں جو ہمیشہ کی طرح اسے ڈھیروں نصیحتوں سے نواز رہی تھیں اور وہ اچھے بچے کی طرح بنا کچھ کہے مسکراتے ہوئے بس ہاں میں زور زور سے سر ہلا رہی تھی۔ ابھی ان کی نصیحتوں کی کلاس مزید چلتی جب مراد صاحب نے ان سے

موبائل اچکا اور انہیں کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل آئے۔

"اور 1960 کے ہیرو کیسے مزاج ہیں؟" اوزگل نے سکرین پر نظر آتے ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مزاج برہم، طویل رستہ، برستی بارش خراب موسم" دادا نے بھی اس کے سوال کے حساب سے ہی جواب دیا جس پر اوزگل کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

www.novelsclubb.com

"اللہ اللہ۔۔۔۔۔۔۔یہ میں کیا سن رہی ہوں۔۔۔۔ویسے میرے دادا کا آن موڈ آف کیسے ہو گیا" اس نے دوپٹہ سر پر ٹھیک کرتے ہوئے آنکھیں چندھی کیے پوچھا۔

اس کی بات سن کر مراد صاحب نے ایک حسرت بھری لمبی سانس کھینچی اور بولے "بچے لاہور میں کافی تیز بارش ہو رہی ہے جس کی وجہ سے ہم دوستوں کا دریا کنارے باربی۔ کیو کا پلان ٹھپ ہو گیا" وہ معصومیت سے بولے اور اوز گل نے ان کی بات پر سر پیٹا۔

"تو دادا جان یہ ایسی کوئی بڑی بات تو نہیں کہ آپ جون ایلیاء ہی بن جائیں۔۔۔۔۔ کچھ خدا کا خوف کریں یہ آپ کے جائے نماز پر بیٹھنے کے دن ہیں یہ نہیں کہ ٹین ایج لڑکوں کی طرح آوٹنگ کرتے رہیں" اوز گل نے پھر سے ان کی شوخ طبیعت پر چوٹ کی۔

"تم جیسی سڑیل انسان سے تو بات کرنا ہی بیکار ہے" انہوں نے اسے خفگی سے دیکھا۔

"میں نے سوچا بچی میری ادھر اکیلی ہو گی دادا کو یاد کر رہی ہو گی لیکن نہیں بھئی میں تو بھول ہی گیا تھا کہ کھڑوس کبھی کسی کو یاد کرتے ہیں بھلا" اب کہ وہ حسب معمول اسے ڈانٹنے لگے اور اوز گل گہری آنکھوں میں مسکراہٹ لیے ان کی ڈانٹ سنتی گئی۔

فون بند کرنے کے بعد وہ باہر نکلی اور لاونج میں جا کر سب کے ساتھ بیٹھ گئی اور خاموشی سے ان کی باتیں سننے لگی۔ماموں اپنی اکلوتی بھانجی کو شفقت سے تکتے ہوئے اپنی مرحومہ بہن کو یاد کر رہے تھے جب سے اوز گل یہاں آئی تھی انہیں یہی محسوس ہوتا جیسے ان کی آمنہ دوبارہ زندہ ہو گئی ہے وہ سوچوں کی دنیا میں گم تھے جب مجیب کی بات پر چونکے جو اوز گل، فروہ اور حسیب کو کہہ رہا تھا کہ تیار ہو جائیں آج وہ انہیں گھمانے لے کر جائے گا۔

"اوہ بھائی آپ کتنے اچھے ہیں "فروہ نے اور بھی مکھن لگایا جبکہ حسیب تو فوراً ہی تیار ہونے بھاگا کیونکہ وہ دونوں جانتے تھے کہ بھائی کی جیب پر ہاتھ ڈالنا کوئی آسان کام نہیں لیکن اب انہیں اوزگل کی وجہ سے یہ موقع میسر آگیا تھا تو دیر کیوں کرتے۔ خورشید ماموں کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور کہنے لگے "مجیب بیٹا یہ تو تم نے بڑا اچھا کیا ویسے بھی میری بچی جب سے آئی ہے کسی اس کو پروٹوکول ہی نہیں دیا۔۔۔اب اسے اچھے سے ہر جگہ گھمانا اور شاپنگ کروانا" وہ اوزگل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے اور پھر اسے بھی تیار ہونے بھیج دیا۔

وہ انہیں جی کہہ کر اٹھ گئی اور پندرہ منٹ میں تیار ہو کر باہر نکل آئی۔ نیلی جینز پر ہلکا گلابی کرتا پہنے جس پر پھولوں کی کڑھائی کی گئی تھی ساتھ نیلے شوز پہنے اور گلابی رنگ کا ہی سٹالر سر پر سجائے اور کلائی میں چمکتا چاند ستاروں والا بریسلیٹ۔ پر اعتماد

سی اوز گل پیاری لگ رہی تھی۔ پھر وہ سب خورشید ماموں اور ہاجرہ ممانی کے پاس آئے اور انہیں سلام کر کے جانے لگے جبکہ ممانی منہ بنائے بیٹھی رہیں البتہ بولی کچھ نہیں اور ماموں اپنی شریک حیات کو تاسف سے دیکھتے رہے جنہوں نے کبھی دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا سیکھا ہی نہیں تھا پر ان سے بحث کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ کچھ لوگوں کی فطرت کبھی نہیں بدلتی اور ہاجرہ بھی انہیں میں سے ایک تھی۔

وہ چاروں نیچے پارکنگ ایریا میں داخل ہوئے اور مجیب کی سفید کرولا میں بیٹھ گئے۔ گاڑی اب پارکنگ سے نکل کر سڑک پر آئی اور پھر آگے بڑھنے لگی۔ فروہ اوز گل کو اپنے کمپلیکس کی ایک ایک جگہ دکھا کر اس کے بارے میں بتا رہی تھی اور حسیب اپنا فون گاڑی کے بلیوٹوتھ سے کنیکٹ کر رہا تھا تاکہ کوئی اچھا سا گانا لگا سکے جبکہ مجیب اپنے بہن بھائی کو خوشی دیکھ کر مسکرا رہا تھا جو ہمیشہ ہی باہر جانے کا سن کر ایسے

ہی پر جوش ہو جاتے ساتھ ہی وہ اوزگل کے سپاٹ تاثرات کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا وہ اسے کچھ عجیب لگی تھی نارمل لوگوں سے مختلف، مجیب نے نوٹس کیا کہ نہ تو وہ زیادہ بولتی ہے نہ نئی جگہوں کو دیکھ کر حیران یا پر جوش ہوتی نہ ہی زیادہ ہنستی ہے لیکن پھر اس نے سر جھٹکا اور دل ہی دل میں کہنے لگا "مجھے کیا ہر کسی کی اپنی زندگی ہے "اور ساری توجہ سامنے سڑک پر مرکوز کر لی اب کسی کو کیا خبر کے اوزگل شجاع کو تو اپنے تاثرات چھپانے میں مہارت حاصل تھی۔

اوزگل نے مجیب کا اسے ایک نظر دیکھنا دیکھ لیا تھا اور اس کی آنکھوں میں چھپے سوال کو بخوبی بھانپ گئی تھی "سوچ لو جتنا سوچنا ہے لیکن اوزگل کو کبھی جان نہ پاؤ گے " وہ کھڑکی سے باہر کے مناظر کو دیکھتے ہوئے پراسراریت سے مسکرائی۔

گاڑی اب مین شاہراہ پر نکل آئی تھی اور ان کا رخ ایرانی بازار کی طرف تھا۔ گاڑی میں فارسی کا گانا گونجنے لگا۔ اوزگل کے کانوں میں جب فارسی کے الفاظ پڑے تو اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے بے ساختہ گردن موڑی کیونکہ اردو کے بعد اسے جس زبان سے بے پناہ انسیت تھی وہ فارسی ہی تھی۔وہ اب غور سے گانے کے بول سننے لگی۔

گردشِ چشم سیاہِ تو خوشم می آید

(تمھاری سیاہ آنکھوں کی ادا مجھے بہت پسند ہے)

موجِ دریای نیگاہ تو خوشم می آید

(دریا کی لہروں کی طرح تمھاری نگاہیں مجھے بہت پسند ہے)

ھمچو مہتاب کہ برابر حریری تاید

(جس طرح ریشمی آسام پر چاند چمکتا)

www.novelsclubb.com

تن و تن پوش سیاہ تو خوشم می آید

(اسی طرح تمھارا بدن سیاہ لباس میں مجھے بہت پسند ہے)

اوزگل کو اس کی موسیقی اس رات سنائی دینے والی موسیقی جیسی لگی لیکن شاید یہ اس کا وہم ہو، اس نے سوچا اور پھر حسیب کی بات سننے لگی جواب اس سے پوچھ رہا تھا کہ "تمھیں عربی آتی ہے" اس کا سوال سن کر نہ جانے کیوں اوزگل کی آنکھوں میں ایک شبہیہ لہرائی انعام کی شبیہہ۔ اس سر جھٹکا اور حسیب کو جواب دینے لگی" ہاں تھوڑی بہت" جبکہ اس بات سے وہ خود بھی ناواقف تھی کہ ایک یہی تو وہ زبان ہے جس پر اس کو مکمل عبور حاصل ہے لیکن ساری گرہیں ایک ساتھ تھوڑی نہ سلجھتی ہیں۔

گھنٹہ بھر کی ڈرائیو کے بعد مجیب نے گاڑی ایک جانب کورو کی۔وہ سب باری باری گاڑی سے باہر نکلے اور سامنے نظر آتی اس مارکیٹ کو دیکھنے لگے۔فروہ جو اس کا ہاتھ پکڑے اسے اس مارکیٹ کے متعلق بتانے والی تھی اوزگل کے منہ سے "سوق واقف" سن کر اسے دیکھنی لگی۔

"واؤ تم جانتی ہو اس کے بارے میں؟"

"ہاں بلکل "اوزگل نے مختصر ترین جواب دیا۔

یہاں آنے سے پہلے اس نے دوحہ کے متعلق سب کچھ پڑھ لیا تھا بس وہ یونہی انجان بنی ہوئی تھی۔وہ اب روشنی میں نہائی سامنے نظر آتی اس قدیم سی مارکیٹ کو دیکھ رہی تھی جب مجیب ان دونوں کے قریب آیا اور ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔حسیب تو

خیر سے کب کا غائب ہو چکا تھا پر مجیب انہیں یوں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا تبھی ان کے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔

یہ تھا سوق واقف جسے ایرانی بازار بھی کہا جاتا ہے۔ قطر کے شہر دوحہ کا ایک مشہور و معروف بازار۔ اس میں پرانے زمانے کی طرح تنگ و تاریک گلیاں ہیں جس میں ہر قسم کی چیزوں کی دوکانیں ہیں۔ جس طرح ارتغرل ڈرامے میں بازار ہوا کرتے تھے بلکل اسی طرز پر یہ دکانیں بنی ہیں۔ وہ لوگ اب ایک ایک دکان میں جا کر وہاں موجود اشیاء دیکھ رہے تھے۔ ہر سو شور اور رش تھا کہیں دکاندار گاہکوں کو بلانے کے لیے آوازیں لگا رہے تھے تو کہیں پر بھاؤ تاؤ جاری تھا۔ یہاں پرانے زمانے کے عرب ماحول کے مطابق قہوہ خانے اور حقّے بھی موجود تھے جس کے باہر چارپائیاں بچھائی گئی تھیں۔ یہ یہاں کا سب سے سستا بازار ہے جسے یہاں آنے والا ہر سیاح ایکسپلور کرتا ہے۔

مجیب ایک سٹال نما دکان پر رکا اور ان دونوں لڑکیوں کے لیے ایرانی روٹی خریدی جو کہ پنیر اور شہد کو ملا کر بنائی جاتی ہے اور باریک جھلی کی مانند ہوتی ہے۔اوز گل نے شکریہ کہہ کر وہ روٹی تھامی اور دانتوں سے کتر کر کھانے لگی بلاشبہ وہ بڑی لذیذ تھی "یہ تو بہت مزے کی ہے "اس نے مجیب سے کہا جو خود بھی وہ روٹی کھا رہا تھا۔

"ابھی آپ آگے تو دیکھیں کہ اور کیا کیا مزے کا ملتا ہے کھانے کے لیے "اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

"ارے ہاں اوز گل یہ عرب کھانے بڑے ہی لذیذ ہوتے ہیں ویسے میں نے سنا ہے لاہور بھی کھانوں کے معاملے میں کافی مشہور ہے "فروہ نے روٹی کا آخری ٹکرا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا جبکہ لاہور کا نام سن کر اوز گل کی آنکھوں کے سامنے اس کا پیارا سا لاہور گھوم گیا۔

"لاہور تو لاہور ہے" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

یہاں موجود دکانوں کی چھتیں لکڑی کی شہتیر اور کڑیاں ڈال کر بنائی گئیں ہیں۔ بازار میں سیکیورٹی کا عملہ بھی پرانے لباس میں ملبوس نظر آتا ہے اس کے علاوہ حکیم اور پنساری کی دکانیں بھی موجود تھیں۔اوز گل فروہ اور مجیب کے ہمراہ چلتے ہوئے ہر شے کو غور سے دیکھ رہی تھی جتنا اس نے تصویروں میں دیکھا اور اس بازار کے بارے میں پڑھ رکھا تھا یہ اس سے بڑھ کر خوبصورت تھا اور تو اور پاکستان کی طرح یہاں پر گدھا گاڑی بھی موجود تھی۔اوز گل نے جلدی سے موبائل کا کیمرہ آن کر کے اس کی تصویر کھینچی اور سعدیہ کو سینڈ کر کے لکھ دیا" تمھارا دوست یہاں بھی موجود ہے" اور پھر مسکراہٹ دبائے اس کے آنے والے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

بازار کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا ہوٹل بھی ہے جو کہ پرانی طرز و تعمیر کا نمونہ ہے۔ پرانے زمانے کی طرح اس میں چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں بنی ہیں اور نہایت مدھم روشنی کا انتظام کیا گیا ہے جیسے پرانے زمانے کے چراغ ہوا کرتے تھے۔ وہ لوگ کافی دیر تک وہاں گھومتے رہے اور ہر دکان پر گئے تاکہ اوزگل کو اگر کچھ خریدنا ہو تو خرید لے۔ اوزگل نے مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے دادا، دادی باورچی انور اور اپنے دو عدد دوستوں کے لیے خریدی۔ آخر میں حسیب بھی ان تک پہنچ گیا اور اب وہ لوگ گاڑی کی طرف بڑھنے لگے تاکہ کارنش جا سکیں۔ کارنش یعنی سمندر کنارے پہنچنے کے بعد موسم میں اچانک ہی تبدیلی رونما ہوئی قطر جو گرم ممالک میں شامل ہے اور ریگستانی علاقہ ہونے کے باعث وہاں بارش کے امکانات بہت کم ہوا کرتے ہیں، لیکن اس وقت آسمان پر گھنگھور گھٹاؤں کا قبضہ دیکھ کر وہ سب چونکے البتہ اوزگل اپنے ازلی سپاٹ انداز میں موسم کی بدلتی کیفیات کو دیکھتی رہی۔ حسیب کے کہنے پر آدھا گھنٹہ وہ لوگ کارنش پر موجود رہے اور خوبصورت موسم

سے لطف اندوز ہوتے رہے جس نے کچھ ہی دیر میں خوفناک صورت اختیار کر لینی تھی۔

"میرے خیال سے ہمیں کسی ریستوران کا رخ کرنا چاہیے" مجیب نے ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ہوائیں دھیرے دھیرے تیزی پکڑ رہی تھیں۔

"ہاں چلو چل کے کچھ اچھا سا کھاتے ہیں" حسیب نے جھٹ سے کہا۔

www.novelsclubb.com

"آج مجبوس کھانے چلتے ہیں۔۔۔۔۔کیوں اوزگل ٹھیک ہے ناں" فروہ جلدی سے بولی اور ساتھ اوزگل کا ہاتھ بھی مضبوطی سے پکڑ لیا تاکہ وہ بھی اس کی تائید کرے۔

اس نے کندھے اچکا دیے "مجھے کوئی مسلئہ نہیں ہے جہاں آپ لوگ چلیں"

سنجیدگی سے جواب آیا اور پھر وہ لوگ قریبی ریستوران کی جانب بڑھ گئے۔ جہاں کرسیوں پر بیٹھنے کے بعد انہوں نے مجبوس کا آرڈر دیا اور ساتھ ہی میٹھے میں لقیمت منگوایا۔

مجیب موبائل نکال کر اس میں مصروف ہو گیا جبکہ حسیب اور فروہ کی کسی بات پر بحث شروع ہو گئی اور اوزگل ان سب سے بے نیاز شیشے کے پار دیکھنے لگی جہاں موسم کے تیور کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے ہلکی بوندا باندی اب بڑھ رہی تھی۔

انہیں زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا کیونکہ پندرہ منٹ بعد ہی ان کا کھانا میز پر چن دیا گیا۔ میز پر پڑے بڑے سے تھال میں مجبوس کی شکل دیکھ کر اوزگل کو بریانی یاد آئی۔

یہ یہاں کی قومی ڈش تھی جو غیر معمولی لذیذ ہوا کرتی تھی اور یہاں آنے والے لوگ اسے ضرور ٹرائی کرتے تھے بلکل ہماری بریانی کہ طرح۔ جب بھی کھانے کی بات آتی ہے تو قطر کے لوگ بہت صبر کرتے ہیں یعنی کے وہ اپنے کھانوں کو ہمیشہ

بہت آرام سے اور آہستہ پکاتے ہیں تاکہ کھانا لذیذ بنے۔ مجبوس ایک قسم کے چاول ہوتے ہیں جسے چکن اور گوشت دونوں میں پکایا جاتا ہے۔ مجبوس میں موجود مصالحوں کا جادوئی امتزاج ہی ہوتا ہے جو یہ ڈش اتنی منفرد بنتی ہے۔ وہ سب خاموشی سے اپنے کھانے کو انجوائے کر رہے تھے ساتھ ہی ساتھ بادلوں کی گھن گرج بھی سن رہے تھے جو باہر سے سنائی دے رہی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ویٹر نے ان کے سامنے سویٹ ڈش کی پلیٹ بھی رکھ دی۔

"آہ آل ٹائم فیورٹ" فروہ نے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں گرائے سامنے پلیٹ میں پڑے لقیمت کو پیار سے تکتے ہوئے کہا۔

"تم ڈائٹ پر نہیں تھی بہن" حسیب ایک آبرو اوپر کیے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔

"شٹ اپ۔۔۔۔۔آج میں نے اوز گل کی وجہ سے چیٹ ڈے رکھا ہے" فروہ نے اب کانٹا اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بچوں کی طرح لڑنا بند کرو" مجیب نے دونوں کو آنکھیں دکھائیں۔

"کیا آپ لوگ زرا جلدی کریں گے کیونکہ ایسے موسم میں انسان کو گھر پر ہی رہنا چاہیے" اس نے ان تینوں سے کہا جواب اسے دیکھنے لگے۔

حسیب نے ہاتھ جھلایا جبکہ فروہ بولی "ہائے لڑکی اسی موسم میں تو لوگ باہر نکلتے ہیں ورنہ گرمی ہی اتنی ہوتی ہے یہاں کہ اچھا خاصا بندہ سڑ جائے" اسے اوز گل کی بات پر سخت افسوس ہوا۔

"سویٹ ڈش آرام سے کھالو پھر چلتے ہیں" مجیب نے سب پر ایک نظر ڈال کر جواب دیا سب نے اس کی بات پر سر ہلا دیا جبکہ اوزگل دل ہی دل میں کہنے لگی کہ "یہ وہ موسم نہیں ہے جس کے لیے خوش ہوا جائے"۔

اس کے کانوں میں کب سے ہلکی ہلکی پھنکاریں سنائی دے رہی تھیں جیسے کوئی سانپ بہت غصے سے پھنکار رہا ہو۔اسے رہ رہ کر اپنا خواب یاد آجاتا جس میں اس نے وہ خوفناک ازگر دیکھا تھا۔نہ جانے کیوں پر اس کا دل یہی کہہ رہا تھا کہ ہو نہ ہو یہ وہی ازگر ہے وہ اس آواز کو بخوبی پہچانتی تھی۔اس نے اپنے ذہن کو سوچوں سے آزاد کیا اور سویٹ ڈش کا ایک ٹکڑا کانٹے سے اٹھا کر منہ میں ڈالا ابھی وہ اس مٹھاس کو پوری طرح سے محسوس بھی نہیں کر پائی تھی جب اسے اپنی آنکھیں گیلی ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔وہ چونکی اور جلدی سے اٹھ کر واشروم جانے لگی جب فروہ نے

پیچھے سے اسے روکا لیکن اس نے بنا مڑے کہا "آنکھ میں کچھ چلا گیا ہے دھو کر آتی ہوں" اور پھر تیزی سے چلی گئی۔ادھر مجیب اس کی پراسرار سی حرکت پر پھر سوچ میں پڑ گیا۔

اوزگل واشروم میں آئی اور شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنی آنکھوں کو دیکھا جہاں سے خون کے قطرے نکلنے کو بے تاب تھے۔اس نے اپنی پلکوں کو تیزی سے جھپکا اور پھر واش بیسن پر جھک کر اپنے چہرے اور آنکھوں کو دھونے لگی۔اب اس نے دوبارہ سر اٹھا کر دیکھا تو آنکھیں صاف تھیں۔ذہن کے پردے پر ماضی کے کچھ واقعات لہرائے جب لاہور میں طوفان آیا تھا تب بھی یہ خونی آنسو آنکھ سے نکلے تھے اس کے علاوہ خواب میں جب اوزگل نے اس بلا کو دیکھا تھا اور پھر جب آج دوپہر کو وہ سکیچ بناتے ہوئے اور اب سانپ کی پھنکار سن کر "جب بھی میں ان خوفناک لوگوں کو دیکھتی یا سنتی ہوں تبھی میری آنکھوں سے یہ قطرے نکلتے ہیں"

وہ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے بولی۔

کچھ یاد آنے پر اس نے کلائی میں پہنے اپنے بریسلیٹ کو دیکھا "انعام۔۔۔۔۔۔تم کہاں ہو۔۔۔۔۔۔یہ سب کیا ہے"۔

میلوں دور صحراء پر نظر ڈالتے انعام کا دل تیزی سے دھڑکا کیشیہ اسے بلا رہی تھی۔ اسے جانا چاہیے وہ جانے لگا لیکن پھر اس کی نظر نیچے ریتیلی زمین پر پڑی جہاں پر ایک بہت بڑا دیو نما ازگر رینگتے ہوئے قبیلے کی فصیل کی جانب بڑھ رہا تھا۔اس نے اپنی آنکھیں بند کیں۔وہ یہ جگہ بھی نہیں چھوڑ سکتا تھا اسے کسی طرح سے ازگر کو یہاں سے دور کرنا تھا۔وہ اوز گل کو جواب دینے لگا۔

"کیشیہ دیکھو پریشان مت ہو میں نے کہا ناں کہ یہ سب تمھاری طاقتیں ہیں اور

جب جب وہ بلائیں باہر نکلیں گی تب تب تمھاری طاقتیں سامنے آئیں گی" وہ دھیمے لہجے میں ٹھہر ٹھہر کر بولا۔اوز گل کو اس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی اس نے سر ہلایا اور پھر ایک گہری سانس فضا میں خارج کر کے خود کو پر سکون کیا۔

"میں جلد آؤں گا اپنا خیال رکھو" انعام نے کہا اور پھر از گر کی طرف بڑھ گیا۔وہ اس قبیلے کا محافظ تھا تمام ذمہ داریاں اس کے سپرد تھیں جن میں تھوڑی سی بھی کوتاہی کی گنجائش نہ تھی۔وہ محتاط انداز میں اس کا تعاقب کرنے لگا ساتھ ہی اپنے دماغ پر زور ڈال کر چاندی کے سانپوں کو تاکید کی کیسے اس از گر کو روکنا ہے اور خود بھی آگے بڑھا لیکن انعام کی بد قسمتی کہ وہ غیبی حالت میں نہ تھا اور از گر اچانک سے مڑ کر انعام پر پھنکارا۔اس کے بھاڑ جیسے منہ سے آگ کا ایک گولہ بر آمد ہوا جس کا نشانہ انعام بنا،وہ اڑ کر دور جا گرا۔اسے اپنے جسم میں ٹیسیں اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی بلاشبہ وہ آگ انعام کو جلا تو نہیں سکتی تھی لیکن کافی حد تک نقصان پہنچا سکتی

تھی اور اب بھی یہی ہوا۔انعام نے خود کو کسی طرح سے غائب کیا اور پھر کچھ پڑھ کر از گر پر پھونکا جس سے کچھ دیر کے لیے وہ برف کے مجسمے میں تبدیل ہو گیا۔وہ اٹھا اور چاندی کے محافظوں کو پھر سے ہدایت دی۔وہ زخمی ہو چکا تھا لیکن اسے ہمت کرنی تھی قبیلے کے لیے، صحراء کے پار موجود لوگوں کے لیے اور اپنی کیشیہ کے لیے۔وہ جلد از جلد حکیم کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔

اوز گل نے انعام کی آخری بات سنی اور پھر نرمی سے مسکرائی۔خود کو آئینے میں ایک بار پھر دیکھا اور اپنا سٹالر درست کر کے باہر نکل گئی جہاں وہ تینوں بہن بھائی اس کا انتظار کر رہے تھے۔وہ بلکل نارمل انداز میں جا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی جب حسیب نے اس سے پوچھا "تم ٹھیک ہو کزن؟" فروہ نے بھی آنکھوں میں فکر لیے اسے دیکھا۔

"تمھیں مجھ میں کوئی نقص نظر آرہا ہے کیا"اس نے حسیب کو دیکھتے ہوئے الٹا جواب دیا۔

"ناٹ ایٹ آل"حسیب نے مسکرا کر کندھے اچکائے۔

"میرے خیال سے ہمیں اب نکلنا چاہیے۔۔۔۔اوز گل تمھیں اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟"مجیب نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں"وہی یک لفظی جواب۔

"تو پھر چلو۔۔۔۔۔اور ہاں فروہ اپنا پرس اور موبائل یاد سے اٹھالو ہمیشہ کی طرح بھول مت جانا"مجیب نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی جس پر فروہ زرا جھینپ گئی۔

"ایٹ لیسٹ کزن کے سامنے تو عزت رکھ لیتے" اس نے خفگی سے سوچا جبکہ حسیب نے اسے دیکھتے ہوئے دانت نکالے اور اوزگل ان کے بچپنے کو دیکھ کر آہستگی بہت آہستگی سے مسکرا دی۔

.....

اوزگل کو یہاں آئے دو ہفتے سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ فروہ اور حسیب اس سے کافی گھل مل گئے تھے اور ڈھیر ساری باتیں کیا کرتے جبکہ وہ وہی نپے تلے جواب دیا کرتی، خورشید ماموں بھی اسے خصوصی طور پر وقت دیا کرتے البتہ ہاجرہ ممانی سے اس کی ان بن چلتی رہتی تھی۔ مجیب اس کی پراسرار شخصیت کی کھوج میں تھا اور اس کی ہر ہر حرکت کو نوٹ کرتا لیکن ابھی تک اس کی سمجھ میں کچھ خاص نہ آیا۔ کافی دن

گزر گئے اور اس دن کے بعد سے انعام نے اوز گل سے کوئی رابطہ نہ کیا اور نہ ہی ملنے آیا۔اوز گل کو کچھ پریشانی سی ہوئی وہ کافی دفع انعام کو بلا چکی تھی لیکن اس کی جانب سے خاموشی چھائی رہتی۔وہ اس انتظار میں تھی کہ کبھی تو انعام آئے گا اور یہ محض انتظار نہ تھا بلکہ اس کا یقین تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ پختہ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ صحرائی منظر اب بھی اس کے خوابوں کا حصہ تھے لیکن اوز گل کو اب ان خوابوں سے خوف محسوس نہ ہوتا وہ سمجھ چکی تھی اس کا ان بلاؤں سے واسطہ پڑنے والا ہے۔ اسی لیے وہ ہر خواب دیکھنے کے بعد ڈائری میں اس کے متعلق چیدہ چیدہ باتیں لکھتی اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتی۔ادھر وہ بلائیں بھی فلحال چپ سادھے ہوئے تھیں،انہیں اب ایک مخصوص وقت کا انتظار تھا جب ان سب نے مل کر تباہی پھیلانی تھی اور حملہ کرنا تھا۔وہ انجان موسیقی کی سحر زدہ سی آواز اکثر رات کو اوز گل کے کانوں میں پڑتی اور وہ بخوبی سمجھ چکی تھی کہ اس کے پیچھے کا مقصد کیا ہو گا۔لیکن وہ سب نہیں جانتے تھے کہ صحراء کی ملکہ جلد آئے گی اور انہیں تباہ کر

کے رکھ دے گی۔

سفید محل کے اس سفید کمرے میں خوبصورت سے پلنگ پر انعام آنکھیں موندھے گہری نیند سو رہا تھا چہرے پر جابجا زخموں کے نشانات تھے جو اب مدھم ہو چکے تھے۔پلنگ کے دائیں جانب اس کے سر کے قریب بوڑھا حکیم اپنے بڑے بڑے پروں کو کھولے اور ہاتھ میں ایک پیالہ پکڑے زیر لب کچھ بڑبڑا رہا تھا جبکہ ان کے پیچھے بادشاہ سلامت کھڑے تھے جن کے چہرے سے پریشانی ٹپک رہی تھی

"میرے بچے آنکھیں کھولو" وہ انعام کو دیکھتے ہوئے بولے۔

آج انعام کا ہوش میں آنا نہایت ضروری تھا۔ازگر کی زہریلی پھنکار سے اس کے جسم میں زہر پھیل چکا تھا۔انعام نے خود کو وہاں سے غائب تو کر دیا مگر قبیلے میں داخل ہوتے ہی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر گر پڑا تھا۔تب قبیلے کے کچھ لوگ اسے اٹھا کر محل میں لے کر آئے اور انعام کا فوری طور پر علاج شروع کیا گیا جس کی

بنا پر وہ اب کافی حد تک ٹھیک تھا لیکن ہوش میں نہیں آ رہا تھا۔

"اس زہریلی جڑی بوٹی کے پانی کا چھڑکاؤ شہزادہ انعام کو جلد ہی ہوش کی دنیا میں واپس لے آئے گا" بوڑھے حکیم نے بادشاہ سے کہا اور پھر پیالے میں انگلیاں ڈبو کر انعام پر وہ پانی چھڑکنے لگا۔

"اے میرے رب کیش قبیلے کے بیٹے کو بچا لے اس باپ کی فریاد سن لے" بادشاہ سلامت انعام کے بے سدھ وجود کو دیکھتے ہوئے دعا کر رہے تھے ان کی آنکھیں نم تھیں پہلے محبوب بیوی کو کھویا اور اب بیٹا اس حالت میں تھا۔

"نہیں ہم انعام کو کچھ نہیں ہونے دیں گے" انہوں نے جیسے خود کو یقین دلایا وہ اٹھارہ دنوں سے یہی کرتے آ رہے تھے خود کو تسلیاں اور امیدیں دیتے رہتے اور

اب بلا آخر ان کی امید بر آئی تھی۔

پانی چھڑکنے کے چند منٹ بعد ہی انعام کے جسم میں جنبش شروع ہو گئ، وہ ہوش کی دنیا میں واپس آ رہا تھا بادشاہ اور حکیم بغور اس پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ان کا شہزادہ،ان کا محافظ نہ جانے کتنے دنوں بعد آنکھیں کھولنے والا تھا۔انعام نے کچھ لمحوں بعد جھٹ سے آنکھیں کھولیں آگ رنگ آنکھوں میں آگ سی بھری ہوئی تھی جیسے ابھی آگ کے شعلے نکل پڑیں گے۔وہ اوپر بنی چھت کو تک رہا تھا ہوش میں آتے ہی اس کے ذہن کے پردے پر ایک چہرہ لہرایا" کیشیہ "انعام کے لب پھر پھڑائے دل نے اسے اپنے روبرو دیکھنے کی خواہش کی۔

اب اس نے دوبارہ سے آنکھیں بند کر دیں اوز گل کا سراپا اس کی آنکھوں کے سامنے آیا اور وہ اسے سوچنے لگا" نہ جانے وہ کیسی ہو گی "انعام ابھی مزید اسے سوچتا جب بادشاہ کی آواز پر آنکھیں کھول کر ان کی جانب متوجہ ہوا جو اسے بلا رہے تھے۔

اس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا"میں ٹھیک ہوں باباجان"۔بادشاہ نے ایک پر سکون سانس خارج کیااور اپنی نم آنکھیں صاف کر کے حکیم کی جانب متوجہ ہو کر کہا"حکیم صاحب آپ اس کا مکمل معائنہ کریں،ہم صدقے کاانتظام کرواتے ہیں" اور پھر وہ اپنالباس سنبھالتے ہوئے باہر نکل گئے جبکہ حکیم صاحب اب اس کی طبیعت کے متعلق سوالات کرنے لگے۔

کیش والوں کے یہاں آج جشن کا سا سماں تھا۔ان بلاؤں کا خوف اپنی طرف لیکن انعام کے ہوش میں آنے کی خوشی ہر چیز پر غالب آگئی تھی۔سب لوگ محل کے پچھلے میدان میں کھڑے تھے جہاں پر انہوں نے انعام کا دیدار کرنا تھا۔انعام بادشاہ سلامت کے ساتھ دھیرے سے چلتا ہوا بالکنی میں آیااور اس کے سامنے آتے ہی نیچے سے سلامت کا شور گونج اٹھا۔لوگ اسے دعاؤں سے نواز رہے تھے نئی زندگی کی مبارکباد دے رہے تھےاور وہ مسکرا کر سینے پر ہاتھ رکھے سب کی نیک

تمناؤں کو قبول کر رہا تھا۔ بیس منٹ کھڑے رہنے کے بعد وہ پلٹا اور اپنے کمرے میں آ کر پلنگ پر بیٹھ گیا جبکہ بادشاہ سلامت وہیں کھڑے قبیلے والوں سے خطاب میں مصروف ہو گئے۔ انعام نے سوچا کہ یہی وقت ہے، دل بے تاب کی خواہش تھی کہ اپنی ملکہ کو دیکھا جائے لیکن طبیعت اجازت نہ دیتی تھی وہ کچھ پل تو سوچنے لگا اور پھر اٹھا اور لمحوں میں غائب ہو کر اوز گل کے کمرے میں نمودار ہوا۔ رات کا وقت تھا آسمان کی سیاہی کو تاروں کی چمک دمک نے کم کر دیا تھا۔ اوز گل نے اپنے لمبے کالے بالوں میں برش پھیرا اور ابھی پلٹی ہی تھی جب انعام کو اچانک اپنے مقابل دیکھ کر زرا سا اچھلی جو آنکھوں میں ڈھیروں چمک لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بھاری گمبھیر لہجے میں بولا

"خَلامنکِ طرفي وامتلامنکِ خاطري

کأنکِ من عيني نُقلتِ إلى قلبي

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

(جب بھی نظر سے دور ہوئے

دھیان میں میرے آن بسے

آنکھ سے چل کر دھیرے دھیرے

منزلِ دل تک آن پہنچے)"

اوز گل کے دل نے ایک بیٹ مس کی لیکن پھر جلد ہی اپنے احساسات قابو کر کے آنکھوں میں خفگی لیے اسے گھورا "یہ کیا بھوتوں کی طرح اچانک ہی وارد ہو گئے"۔

انعام ہنس دیا اور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا "میں تو ہمیشہ سے ایسے ہی آیا ہوں جانتی نہیں کیا؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اونہوں۔۔۔پہلے تمھاری خوشبو کمرے میں پھیلتی ہے پھر ریت کے ذرے نظر آتے ہیں، ہلکی سی ہوا چلتی ہے اور تب تم ظاہر ہوتے ہو"اس نے تفصیلی جواب دیا۔

انعام خواشگوریت سے بولا"اتنا دھیان دیا ہے تم نے مجھ پر"اسے حیرت ہوئی کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ اوزگل کے سامنے آیا تھا پھر بھی اسے ایک ایک بات ازبر ہے۔

اوزگل مسکرائی اور پھر فکرمندی سے پوچھا"تم ٹھیک ہو؟ تمھارے چہرے پر یہ زخم کیسے آئے"اس نے انگلی سے اس کے زخموں کی طرف اشارہ کیا جواب کافی کم ہو چکے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں اب اسی لیے تو تمھارے سامنے ہوں" سینے پر بازو لپیٹے کہا۔

"ٹھیک ہی رہنا ہمیشہ "اوزگل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور پھر پچھتائی کیونکہ کہ ان آنکھوں سے نظریں ہٹانا انتہائی مشکل تھا۔وہ سمجھ نہ سکی کہ اس کی آنکھیں زیادہ خوبصورت ہیں یا پھر اس کے چہرے پر سجی یہ مسکان۔

خود کو ایسے دیکھتے پا کر انعام نے کہا "اتنا دھیان نے دو ورنہ مشکل ہو جائے گی "وہ اوزگل کی سوچ کا اندازہ لگا چکا تھا تبھی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

www.novelsclubb.com

اوزگل اس کی بات پر زرا سا گڑبڑائی اور پھر جھٹ سے بولی "تمھیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے بہتر ہے کہ تم فلحال اپنی صحت پر دھیان دو"۔

"اوہ کیشیہ تمھاری یہ فکر مجھے کسی خوش فہمی میں مبتلا کر رہی ہے۔۔۔۔۔کیا میں

ہو جاؤں" وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے زرا سا آگے جھک کر بولا۔ جبکہ اوزگل محض مسکرا کر رہ گئی اُسے لگا کہ وہ بلش کر رہی ہے اس لیے جلدی سے منہ موڑ لیا۔

اور انعام تو شاید اس کی رگ رگ سے واقف تھا تبھی بات بدلتے ہوئے کہنے لگا "کل تم میرے ساتھ چلو گی صحراء کو تمھاری آمد کا انتظار ہے" اوزگل غور سے اس کی ایک ایک بات سننے لگی۔

"جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ کل تمھاری طاقتیں اچھے سے تم پر ظاہر ہو جائیں گی"۔

"میں تیار ہوں انعام" اس نے سر ہلا کو جواب دیا۔ وہ ان بری مخلوقات کا خاتمہ کر کے رہے گی۔ وہ اپنی ان طاقتوں کو بروئے کار لائے گی اور معصوم جانوں کو بچائے گی۔ اچھائی اور برائی اب ایک دوسرے کے مقابل آئیں گی۔

"پھر مجھے اجازت ہے ملکہ "انعام شرارت سے کارنش بجاتے ہوئے بولا "کل رات کو تمھاری ہر الجھن سلجھ جائے گی "وہ مسکرایا،اوزگل بھی اس کی بات پر نرمی سے مسکرائی اور سوچنے لگی کہ آخر اس شخص میں ایسا کیا ہے جو وہ اتنا پیارا اور اپنا اپنا لگنے لگا ہے۔

وہ اب اپنے سے کچھ فاصلے پر موجود انعام کو ہوا میں تحلیل ہوتے دیکھ رہی تھی اور پھر اس کے غائب ہونے کے بعد آگے بڑھی اور فضا میں تیرتے ان ریت کے ذروں کو پکڑ کر مٹھی میں بند کر کے سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھی جہاں وہ ڈائری پڑی تھی۔اوزگل نے ڈائری کھول کے اوراق پلٹے اور پھر ایک صفحے پر ان ننھے منھے ذروں کو رکھ کر ڈائری بند کر دی اور کسی قیمتی متاع کی طرح اسے سنبھال کر رکھ دیا۔

اور ادھر کالی اندھیر پہاڑی کے غار میں داخل ہو کر اگر ایک نظر دوڑائی جاتی تو نساس کا آدھا سڑا ہوا وجود ایک چبوترے پر براجمان تھا جبکہ باقی کی بلائیں اس کے دائیں اور بائیں جانب کو کھڑی تھیں۔ پورے غار میں سڑے ہوئے انسانی گوشت کی سی بو پھیلی ہوئی تھی جبکہ جگہ جگہ جانوروں کے ڈھانچے اور آلائشیں بکھری پڑی تھیں۔ پیلی میلی سی روشنی میں نساس سمیت تمام عفریتوں کی شکلیں اور بھی ہیبت ناک معلوم ہو رہی تھی۔ بدبو اس قدر تھی کہ سانس تک رک جائے لیکن وہ تمام مخلوقات اس سب سے بے نیاز اپنی مجلس شوریٰ میں مصروف تھیں۔

www.novelsclubb.com

نساس اپنی ازلی پھٹی ہوئی آواز میں وہاں کھڑی بلاؤں سے مخاطب ہوا "کل تک تم سب نے پاتال کی آگ میں رہنا ہے اور پھر پرسوں ہو گی ابتدا ہمارے جنگ کی، وہ جنگ جس کا ہمیں برسوں سے انتظار تھا" بولتے وقت اس کا چہرہ مزید ہولناک ہو جاتا، ایک طرف کو جلے ہوئے منہ سے سارا جبڑا اور دانت دکھائی دے رہے تھے

جن میں چھوٹے چھوٹے سفید رنگ کے کیڑے کلبلا رہے تھے۔

"پرسوں گھور اندھیری رات ہو گی آسمان پر چاند نہیں نکلے گا اور یہی وہ وقت ہے جب ہماری شیطانی طاقتیں اپنے جوبن پر ہوتی ہیں، جس سے ہم بھرپور فائدہ اٹھائیں گے" وہ شیطانیت سے ہنسا جبکہ باقی سب بھی اس کی بات سن کر ہنس پڑے اور اس کے آگے جھکنے لگے۔

"شیطانی قوتوں سے کبھی کوئی بچا ہے کیا جواب بچ پائے گا" گورگن اپنے سر کے سانپوں کے لہراتے ہوئے نخوت سے بولا۔

"آہ میں کب سے انسانی گوشت کا بھوکا ہوں۔۔۔۔۔بس ایک دفع صحراء پار کر لوں پھر میری پھنکار سے کوئی نہیں بچ پائے گا، سب کو ہڑپ کر جاؤں گا" از گرغار

میں رینگتے ہوئے بولا ساتھ ہی ساتھ اس کی پھنکار بھی جاری تھی۔نساس ان سب کی گفتگو دلچسپی سے سنتا گیا۔

"بہت جلد اس صحراء بلکہ اس سرزمیں پر ہمارا ہی راج ہو گا" شوادھر اپنا بارہ سینگے والا خوفناک سر ہلاتے ہوئے بولا جس سے اب ہلکی ہلکی موسیقی نکل رہی تھی۔منہ سے نکلے نوکیلے خونی دانت اسے مزید بھیانک بنا رہے تھے۔جبکہ کچھ ڈراؤنی شکل والی چڑیلیں جو کے نساس کی غلام تھی جن کی آدھی شکل چھپکلی اور آدھی انسان جیسی تھی ہاتھوں میں لہو کے جام پکڑے ایک ایک کو پیش کر رہی تھیں۔تاریک غار میں موجود وہ تمام بلائیں اپنی اپنی پلاننگ میں مصروف تھی اس بات سے بے خبر کے شیطان نہ تو کبھی جیتا ہے اور نہ ہی جیت سکے گا۔

کچھ ساعتوں بعد نساس چبوترے سے اٹھا اور ہوا میں تیرتے ہوئے نیچے آیا پھر زمین

کے گرد ایک گول چکر کاٹ کر کچھ نامانوس الفاظ دہرانا شروع کیے۔جوں جوں اس کی آواز بلند ہوتی جاتی ویسے ہی زمین شق ہوتی گئی اور ایک بار پھر وہ زوردار آواز سے پھٹ پڑی۔زمین کے نیچے سے آگ کے خونخوار شعلے بلند ہونا شروع ہو گئے۔اب نساس نے وہاں موجود تمام بلاؤں پر ایک شیطانی نگاہ ڈالی اور انھیں پاتال میں داخل ہونے کا اشارہ کیا۔سب سے پہلے نساس فضا میں تیرتا ہوا آگ میں داخل ہوا اور اس کے بعد باقی سب بھی زمین کے اندر کود پڑے۔ان سب نے پاتال میں داخل ہوتے ہی آگ کی لپٹیں دھیرے دھیرے زمین کے اندر گم ہوتی گئیں اور زمین واپس اپنی حالت پر آ گئی۔بدبودار غار میں اب سوائے ڈھانچوں کے اور کچھ نہ بچا ہر کونے میں ہو کا عالم چھا چکا تھا اور پیلی مشعلیں بھی یکایک بجھ گئی۔کوئی نہ جانتا تھا کہ اس کالی اندھیر پہاڑی کے اندر کون سا کھیل شروع ہو چکا ہے اور کیا ہونے والا ہے ماسوائے قدرت کے جو کہیں دوڑ کھڑی ان سب کو مسکراتے ہوئے تک رہی تھی۔

••••••••

اگلی صبح دوحہ شہر پر قدرروشن اتری۔آسمان پر بادل کی ٹکریاں تیر رہی تھیں جن سے سورج کی صاف روشنی چھن کر کے ہاؤسنگ کمپلکس کے اپارٹمنٹس کی کھڑکیوں پر پڑ رہی تھی۔چڑیوں کی چہچہاہٹ نے ماحول کو خوشگوار بنا رکھا تھا جن کی چوں چوں خورشید ماموں کے اس سفید اپارٹمنٹ میں بھی سنائی دے رہی تھی۔ لاونج سے ملحق بالکنی میں اوز گل کھڑی روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے ریلنگ کے ایک طرف بنی جگہ پر ڈال رہی تھی ساتھ ہی اس نے پانی کا پیالہ بھی بھر رکھا تھا۔یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ اوز گل کے کھڑے ہونے کے باوجود چڑیاں اور کبوتر روٹی چگنے آرہے تھے۔وہ ریلنگ کے قریب ہی کھڑی ان کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے خوش ہونے لگی۔پرندے اپنی چونچیں مارتے ہوئے روٹی چگنے میں مصروف تھے،ٹک ٹک کی آواز بڑی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔چہرے پر دھوپ پڑنے کے

باعث اوز گل کی آنکھوں کا رنگ سرخی مائل ہو چکا تھا اور اس وقت ان آنکھوں کی چمک دیکھنے لائق تھی۔

"اگر دادا جان نے مجھے پرندوں کی ایسے دیکھ بھال کرتے ہوئے دیکھ لیا تو یقیناً انہیں غش ہی آجائے گا نہیں غش کچھ زیادہ ہو گیا لیکن دادا صاحب کا پارہ ضرور آسمان کو چھونے لگے گا"

اس نے سوچا اور پھر جھٹ سے موبائل پینٹ کی جیب سے نکال کر چہرہ دوسری طرف کیے سیلفیز کھینچنے لگی۔اپنے عقب میں نظر آتے پرندوں کو خصوصی طور پر فوکس کیا۔تصویریں کھینچ کر اس نے واٹس ایپ میں دادا کی چیٹ کھول کر انہیں بھیج دی اور ساتھ ہی لکھ ڈالا "آپ کی پیاری سی پوتی ثواب کما رہی ہے" میسج ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا دادا تک پہنچا ان کا ڈیٹا آن تھا دو ٹک جا چکے تھے اوز گل کو گدگدی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سی ہوئی۔

ادھر لاہور میں اپنے آفس میں بیٹھے مراد صاحب نے عینک پہن کر اوز گل کی چیٹ کھولی اور پھر ان کے ماتھے پر بل پڑ گئے "ہونہہ چراغ تلے اندھیرا" پھر وہ اسے جوابی میسج لکھنے لگے۔اوز گل نے فون واپس رکھا اور سائڈ پر پڑا بقایا روٹی کا ٹکڑا اٹھا کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگی۔وہ جانتی تھی کہ کچھ ہی لمحوں میں ان کا جلا کٹا جواب آئے گا اور پھر یہی ہوا موبائل پر بپ ہوتے ہی اس نے چیٹ کھولی جہاں دادا کا میسج جگمگا رہا تھا "اتنی ہمدردی تو کبھی میرے پیارے طوطوں کو دیکھنا نصیب نہ ہوئی،ان معصوموں کی تو ہمیشہ جان سولی پر لٹکی رہتی تھی" وہ ٹھیک ٹھاک خفا تھے اپنی پوتی سے۔

"بس نصیب کی بات ہے ساری" اوز گل نے دانتوں والے ایموجی کے ساتھ جواب بھیجا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اگلا میسج بھی جھٹ آیا"خبردار جو تم نے مجھ سے بات کی تو"یہ دیکھ کر اوز گل کا قہقہہ ابھرا۔دادا آف لائن ہو گئے وہ سمجھ چکی تھی کہ اب آدھے دن تک وہ یونہی اپنی پوتی کی حرکت پر کڑھتے رہیں گے۔موبائل کو واپس رکھ کر وہ سامنے بنے اپارٹمنٹس کو دیکھنے لگی کہ ممانی کی آواز سن کر آنکھیں گھمائی جو اسی طرف آرہی تھی"ان کی کمی تھی"منہ بنا کے وہ بڑبڑائی اور پھر گردن ترچھی کیے انہیں دیکھا۔

"ارے رے یہ کیا تم نے چڑیا گھر کھول رکھا ہے ساری بالکنی گندی ہو جائے گی صاف کرنے کے لیے کیا تمھاری ماں قبر سے نکلے گی"وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

اوز گل ان کی بات پر ایک جھٹکے سے مڑی وہ سوچ نہیں سکتی تھی کہ ممانی اس حد تک سنگ دل ہوں گی،وہ قدم قدم چلتے ان کے عین سامنے کھڑی ہو گئ۔اس کی

سرخ خونی رنگ آنکھیں دیکھ کر تو ہاجرہ ممانی کی بولتی ہی بند ہو گئی جبکہ اوز گل ان کو گھورتے ہوئے بولی "آپ کو شاید اپنی زبان سے بلکل پیار نہیں" وہ ٹھنڈے لہجے میں گویا ہوئی۔

"دوسروں کو قبر سے نکالنے کی بجائے ایسا نہ ہو کہ آپ کو قبر میں سونا پڑ جائے" وہ زرا اور ان کے قریب آئی اور انہیں کاندھوں سے پکڑا "اس لیے تھوڑا سوچ سمجھ کر بولا کریں"۔ہاجرہ ممانی کے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی وہ بولنا چاہتی تھی پر لب جیسے سل گئے تھے وہ بس ساکت نظروں سے اپنے سامنے کھڑی اس اجنبی سی لڑکی کو تکنے لگیں۔اوز گل کی آنکھیں کہیں سے بھی انسانی نہیں لگتی تھی اور یہی اوز گل چاہتی تھی کہ انہیں خوف آئے اور وہ آئندہ اس قسم کی کوئی بھی بات کرنے سے پہلے ہزار دفع سوچیں۔

"اگر عمر اور رشتے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں بتاتی اس عورت کو "غصے سے اس کا برا حال تھا، وہ انہیں وہیں چھوڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی اور کمرے میں گھس کر زور سے دروازہ بند کر دیا۔ ٹھاہ کی آواز سے ممانی اپنی جگہ سے اچھلیں اور پھر اوز گل کے کمرے کو ہیبت سے دیکھنے لگی۔

"یہ۔۔۔۔۔۔یہ لڑکی مجھے ٹھیک نہیں لگتی۔۔۔۔۔۔یہ ڈائن ہے۔۔۔۔۔۔مجھے خورشید صاحب سے بات کرنی ہو گی "وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بولتی آگے بڑھ گئی اور کیچن سے جا کر اپنا موبائل اٹھایا اور اپنے شوہر نامدار کو کال کر کے ابھی کا پیش آیا واقعہ سنایا جسے سن کر خورشید صاحب جھنجھلا گئے "ہاجرہ آپ کا دماغ تو ٹھیک ہیں ناں کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہیں"

"میں جو بھی کہہ رہی ہوں سو فیصد درست ہے آپ کی یہ بھانجی انسان ہی نہیں "وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خوف سے چیختے ہوئے بولی۔

خورشید صاحب نے گہرا سانس بھر کے اپنے غصے کو ضبط کیا"میرے خیال سے تمھیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے جاؤ جا کر سو جاؤ گھر آ کر بات ہو گی"اور پھر یہ کہتے ہی انہوں نے کال کاٹ دی جبکہ ہاجرہ بیگم اپنے ہونٹ کاٹتی رہ گئ۔

انہوں نے گردن موڑ کر ایک نظر اوز گل کے کمرے کے دروازے پر ڈالی اور خوف سے کہنے لگی"یا اللہ میں کیسے اس ڈائن کے ساتھ ایک گھر میں رہوں گی۔۔۔۔۔اگر اس نے مجھے مار دیا"انہوں نے جھرجھری لی اور پھر خدا کا نام لیتی ہوئی وضو کرنے چلی گئ بہت سے لوگوں کی طرح انہیں بھی مصیبت اور خوف کے وقت خدا یاد آ گیا تھا۔وضو کر کے وہ لاونج میں آ کر بیٹھ گئ اور تسبیح ہاتھ میں پکڑ کر کوئی ورد کرنے لگی تاکہ اوز گل سے اپنی حفاظت کر سکیں۔

اندر کمرے میں موجود اوزگل نے بہت مشکل سے خود کو کنٹرول کیا تھا۔وہ پنڈولم کی طرح دائیں بائیں چکر کاٹ رہی تھی اور ساتھ ہی زیر لب بڑبڑا بھی رہی تھی

"اس عورت کی ہمت کیسے ہوئی میری ماں کی تذلیل کرنے کی" اس نے مٹھیاں بھینچی۔

"قسمت اچھی تھی ممانی آپ کی ورنہ اوزگل نے آپ کو بخشنا نہیں تھا۔۔۔۔۔۔۔ہاں لیکن سکون سے تو اب رہنے نہیں دوں گی۔۔۔۔۔۔۔بی ریڈی فار دا گیم" اس نے اب گہرے سانس لیے اور بیڈ پر جا کر بیٹھ گئی جیب سے موبائل نکالا اور گیلری کھول کر اپنے والدین کی تصویریں دیکھنے لگی۔وہ ان کے چہرے دیکھنے میں اتنی مگن تھی کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا وہ تب چونکی جب دروازے پر دستک ہوئی اور پھر فروہ نے اندر جھانک کر مسکراتے ہوئے اسے کھانے کے لیے بلایا اوزگل نے سر ہلایا اور موبائل میز پر رکھ کر باہر چلی گئی۔

ڈائننگ میں سب بیٹھے اس کا اور فروہ کا ہی انتظار کر رہے تھے۔وہ دونوں ایک ساتھ ہی اپنی اپنی کرسیوں پر براجمان ہوئیں جبکہ ممانی اسے خوفزدہ نظروں سے تکتے ہوئے ماموں کو ٹہوکا دے رہی تھیں کہ "پوچھو اپنی لاڈلی سے زرا" ماموں نے انہیں خونخوار نظروں سے گھورا اور پھر اوزگل کی طرف متوجہ ہو گئے جواب ممانی سے مخاطب تھی "شکر ہے ممانی اب آپ ٹھیک ہیں ورنہ میں تو پریشان ہی ہو گئ تھی کہ آپ کو کیسے پینڈل کروں گی" وہ چہرے پر زمانے بھر کی فکر سموئے بولی۔

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب ممی کو کچھ ہوا تھا؟" مجیب نے پانی کا گلاس رکھ کر اوزگل سے پوچھا اور پھر ماں کو دیکھنے لگا باقی سب کی نظریں بھی ممانی پر اٹھی۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔مجھے کنفرم تو نہیں پر انہیں شاید پینک اٹیک ہوا تھا"

"میں بالکنی میں چڑیوں کو روٹی ڈال رہی تھی جب ممانی آئی اور مجھے ڈائن بول کر چیخنے لگی۔۔۔۔کافی مشکل سے میں نے انہیں ریلیکس کیا" وہ اداسی سے بولی جبکہ ہاجرہ ممانی ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔

"اوہ ممی آپ کو میں شام میں ہی ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا ہوں آخر کس چیز کا سٹریس لے لیا آپ نے" وہ اٹھا اور پیچھے سے جا کر انہیں گلے لگایا حسیب اور فروہ بھی ماں سے چمٹ گئے جبکہ ماموں نے دو انگلیوں سے پیشانی دبائی "کیا کروں میں اس عورت کا" دل میں خود سے کہا اور پھر اوزگل سے مخاطب ہو کر کہنے لگے

"اوزگل میرے بچے تمھارا بہت شکریہ کہ تم نے اپنی ممانی کو سنبھالا پہلے تو کبھی اسے اس قسم کا مسئلہ نہیں ہوا نہ، بہر حال اس نے تم سے جو بھی سلوک کیا ہو اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں" انہیں سمجھ نہ آئی کہ کیا بولیں۔

اوزگل نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا "ماموں جان ایسے بول کے مجھے شرمندہ نہ کریں بس آپ جلدی سے ان کا چیک آپ کروائیں میں نہیں چاہتی کہ آگے جا کر آپ لوگوں کو کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے"۔

"شکریہ کزن اچھا ہوا تم گھر پر موجود تھی ورنہ میری ممی کیا کرتی" حسیب نے اسے مشکور نظروں سے دیکھا۔اور پھر کچھ دیر میں وہ سب کھانے کی طرف متوجہ ہو گئے اور چاولوں میں چمچہ چلاتے ہوئے ممانی سوچنے لگی "اس لڑکی نے تو ساری گیم ہی پلٹ دی مجھے اب اس سے بچ کر رہنا ہو گا" پھر سلگتی نظر سے اوزگل کو دیکھا جس نے اسی لمحے سر اٹھا کر ان کی آنکھوں میں جھانکا اور پر اسراریت سے مسکرائی ممانی نے ہڑبڑا کر نظریں دوسری جانب پھیر لیں۔

رات کی آمد آمد تھی مغرب کی نمازیں ہو چکی تھی لوگ مسجدوں سے نکل رہے تھے۔آسمان کے کینوس پر جامنی رنگ پھیل چکا تھا۔ساتھ ہی تاروں کی آنکھ مچولی شروع ہو گئی تھی وہ ٹمٹماتے ہوئے ایک ایک کر کے نمودار ہو رہے تھے۔اوزگل نے بھی مغرب کی نماز ادا کر لی تھی اس نے اللہ کے حضور اپنے پیاروں کی سلامتی اور پھر اپنی جیت کی دعا مانگی دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرنے کے بعد وہ اٹھی اور اب جائے نماز لپیٹنے لگی۔ساتھ ہی اپنا دوپٹہ بھی کھولا اور ایک طرف رکھ کر اپنے لمبے کالے بالوں کو کیچر سے آزاد کیا اور ان میں انگلیاں چلاتے ہوئے ڈریسنگ ٹیبل کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ذہن میں بہت کچھ چل رہا تھا لیکن چہرہ ہمیشہ کی طرح پر سکون تھا۔اسے اب رات گہری ہونے کا انتظار تھا وہ کچھ سوچ کر اٹھی اور پھر الماری سے اپنی سکیچ بک اور پینسل کا ڈبہ نکال کر بیڈ پر کروان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔گھٹنوں کو باہم ملا کر اس پر سکیچ بک رکھی اور پھر پینسل سے لکیریں کھینچنے لگی۔مسلسل دو گھنٹے کی محنت کے بعد اس کا سکیچ مکمل ہو گیا۔وہ آنکھوں میں خوشی لیے اس کاغذ کو دیکھنے لگی

جہاں پر اس نے انعام کا چہرہ بنایا تھا ہو بہو وہی شکل، وہی پیاری سی مسکراہٹ، وہی آنکھیں جن میں اوز گل گم ہو جاتی تھی۔ بلاشبہ وہ ایک اچھی آرٹسٹ تھی لیکن اپنے اس آرٹ کو اس نے خود تک ہی محدود رکھ تھا وہ تو اس دن اتفاق سے ہی فروہ نے دیکھ لیا اور پھر اس نے چھپانے کی کوشش نہ کی۔

ویسے بھی فروہ اچھی لڑکی تھی باتوں کی تہہ تک نہیں جاتی اور شکر کہ اپنی ماں جیسی تو بلکل نہیں تھی اوز گل نے اس کے بارے میں سوچا اور پھر اپنی بک بیڈ پر رکھ کر اٹھی اور چپل پہن کر باہر نکل گئی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ واک پر جائے تبھی وہ فروہ کو بلانے گئی جو لاونج میں بیٹھی موبائل میں مصروف تھی لیکن اوز گل کے کہنے پر بخوشی راضی ہوئی اور "میں بس دو منٹ میں سٹالر پہن کر آئی" کہہ کر اندر کو بھاگی۔ کچھ لمحوں بعد وہ دونوں نیچے سڑک کی اطراف چلتی ہوئی دکھائی دیں جبکہ مجیب بالکنی میں کھڑا سنجیدہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا جن کے سائے سٹریٹ

لائٹ کی روشنی میں لمبے دکھائی دے رہے تھے۔

"تم کیا ہو آخر" مجیب سینے پر بازو لپیٹے خود سے بولا۔

"لیکن جو بھی ہو اس مسٹری کو سلجھانے میں مزہ آئے گا" وہ نہ جانے کیا سوچ رہا تھا اس کی شکل سے اس کی سوچ کا اندازہ لگانا ناممکن تھا۔پر وہ ایک بات نہیں جانتا تھا کہ اوزگل جب تک خود نہ چاہے وہ اس مسٹری کو سلجھا نہیں سکتا پھر چاہے کتنی ہی کوششیں کیوں نہ کر لے۔کیونکہ اس کی شخصیت کسی سراب کی مانند تھی جو نظر تو کچھ آتی لیکن ہوتی کچھ اور۔اب ایسے ہی تو نہیں اسے صحراء کی ملکہ کہا گیا ہے کچھ تو انوکھا اور منفرد تھا اس میں جو وہ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہوئی۔

رات گیارہ بجے کے قریب اوزگل اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور دروازہ لاک کر

کے پلٹی ہی تھی کہ کمرے میں مانوس سی خوشبو پھیلنا شروع ہو گئی۔ وہ دل سے مسکرا دی۔ یہ انعام کے آنے کا ہی اشارہ تھا وہ دھیان سے کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی جہاں اب ہلکی ہوا سے پردے پھڑ پھڑانے لگے۔ اوزگل آرام سے بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی اور سٹالر کو سر سے اتار کر گلے میں ڈالا۔ کالے لمبے بال پشت پر پھیل چکے تھے جن کی کچھ لٹیں چہرے کے اطراف پر بھی موجود تھی لیکن وہ اپنے بالوں سے بے نیاز کھڑکی کی طرف دیکھنے میں مگن تھی اور انعام کی آمد کے ہر پل کو محسوس کر رہی تھی۔ کچھ ہی ساعتوں بعد ریت کے گولے میں سے انعام بر آمد ہوا اور اپنی ازلی پیاری مسکراہٹ چہرے پر سجائے اوزگل کی جانب بڑھنے لگا۔

"تم میرا انتظار کر رہی تھی؟" قریب پہنچ کر اس نے نرمی سے پوچھا جس پر اوزگل نے بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو پھر تیار ہو اس صحرائی مخلوق کے ساتھ صحرائی سفر پر جانے کے لیے؟" اگلا سوال پوچھا گیا ساتھ ہی انعام نے اپنا ہاتھ بھی آگے کر دیا جسے کیشیہ یعنی اوزگل نے بلا تردد تھام لیا اور کھڑی ہو گئی۔

تبھی اس کی نظر بیڈ پر پڑے اپنے سکیچ پر گئی "اوہ تو مجھے سوچا جا رہا تھا اور وہ بھی اتنے خوبصورت انداز میں"۔

پھر آگے بڑھ کر سکیچ اٹھایا اور اسے غور سے دیکھنے لگا "کیا میں اسے محبت سمجھوں؟" وہ شوخ ہوتے ہوئے بولا جس پر اوزگل کے گال دہک گئے وہ جواب دینا چاہتی تھی پر نہیں دے پائی۔ جبکہ انعام نے اس کی حالت کو انجوائے کرتے ہوئے قہقہہ لگایا اور سکیچ کو واپس اسی جگہ پر رکھ دیا۔

انعام نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا" کیشیہ ڈرو گی تو نہیں؟" فکر مندی سے پوچھا۔

وہ ہنس پڑی" تم سے؟؟؟؟؟"۔

"کیا پتہ میرے اصل روپ سے ہی ڈر جاؤ" وہ آنکھوں میں شرارت لیے سنجیدہ لہجے میں بولا۔

www.novelsclubb.com

"جو بچپن سے آپ کے سنگ ہوا گر وہ بیسٹ کے روپ میں بھی آجائے تو ڈر نہیں لگے گا" اس نے کہا اور پھر کچھ توقف کے بعد انعام کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دوبارہ بولی" کیونکہ دل کے بنائے گئے رشتے کسی ڈر یا خوف سے نہیں ٹوٹا کرتے" اور انعام کچھ لمحوں کے لیے ساکت ہو گیا جبکہ اوزگل نے اس کی مقناطیسی آنکھوں

سے نظریں ہٹائیں اور کہنے لگی "تو پھر چلو اور صحراء کے ساتھ مجھے اپنا روپ بھی دکھادو"

انعام اس کی بات پر ہنس پڑا اور پھر اس کے دوسرے ہاتھ کو بھی تھاما "آنکھیں بند کرو کیشیہ اور جب تک میں نہ کہوں تب تک نہ کھولنا" اوز گل نے سر ہلایا اور آنکھیں بند کر دیں اسے پورا یقین تھا انعام پر۔ کچھ لمحوں بعد اسے محسوس ہوا جیسے اس کے پیر زمین پر نہیں۔ ٹھنڈی ہوائیں ہر جانب سے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔ اس نے انعام کے ہاتھوں کو سختی سے پکڑ رکھا تھا اور پھر دھیرے دھیرے ہوائیں کم ہوتی گئی اور اب اسے اپنے نیچے کسی نرم شے کا احساس ہوا۔

"اب آنکھیں کھولو" انعام کے کہنے پر اس نے آنکھیں کھولیں اور اس کے ہاتھ چھوڑ کر آس پاس کا منظر دیکھنے لگی تا حد نگاہ تک ریگستان پھیلا ہوا تھا۔

"اُھلاً وسہلاً یا ملکہ" وہ اس سے زرا سا دور ہوتے ہوئے کارنش بجالایا۔اوزگل جواباً پیار سے مسکرائی اور واپس سے گردن موڑ کر اس خوبصورت رات کو تکنے لگی۔

آسمان پر چمکتے تاروں کی مانند صحرائی ریت بھی چمک رہی تھی جس سے صحراء میں روشنی سی پھیلی ہوئی تھی یا صرف اوزگل کو ہی ایسا محسوس ہو رہا تھا اس نے سوچا۔ رات کے اس پہر ہلکی ٹھنڈی ہوا نے صحراء کے ماحول کو فسوں خیز بنا رکھا تھا اور میٹھی سے خوشبو فضا میں گھلی ہوئی تھی۔آج یہ صحراء خوش تھا تبھی اس کے ذرے ذرے سے روشنی پھوٹ رہی تھی کیونکہ آخر کار ان کی ملکہ وہاں پہنچ چکی تھی۔ جبکہ وہ مبہوت سی اس رات کو دیکھ رہی تھی اور انعام اسے۔پھر اچانک ہی اس کے جسم کو ایک جھٹکا لگا اور فلم کی مانند ایک پٹی سی اس کی آنکھوں کے سامنے چل پڑی۔ وہ غور سے ایک ایک منظر کو دیکھنے لگی۔

پہلے اس کی پیدائش کے بعد کا منظر دکھا جب وہ ماں کی گود میں ہاسپٹل سے نکلتے ہوئے آسماں کو دیکھتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔پھر وہ کارٹ میں لیٹی ہے جب انعام اس کے پاس آتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔پھر صحراء کا منظر ابھرا جب وہ آٹھ ماہ کی تھی اور انعام اسے سفید محل لے کر گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔ایک ایک کر کے وہ تمام مناظر آتے گئے جب وہ سو رہی ہوتی اور انعام اس کے پاس آیا کرتا تھا۔۔۔۔۔پھر کامران کی بارہ دری پے پیش آنے والا چاندنی رات کا منظر ابھرا۔۔۔۔۔۔۔اب ان بلاؤں کے چہرے نظر آنے لگے اور آخر میں وہ سکرین ایک دم ہی غائب ہو گئی۔

اوز گل نے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھا اس کے سر میں اچانک سے درد شروع ہو گیا۔وہ جان چکی تھی کہ وہ کیا ہے اور کیوں ہے۔اپنے بازو پر آدھے چاند کا نشان دیکھ کر اسے پہلے بھی اچنبھا ہوتا تھا لیکن اب اس کا جواب مل ہی گیا۔اور اس سے کچھ فاصلے

پر کھڑے انعام نے آج اعتراف کیا کہ وہ آدم زادی بہت خاص ہے کیونکہ یہ سب جاننے کے بعد بھی وہ مضبوطی سے قدم جمائے اپنی جگہ پر کھڑی ہے۔اس نے اب گردن ترچھی کر کے انعام کو دیکھا۔

چہرے پر مسکان لیے انعام سے پوچھا"کیا میں کسی فیری ٹیل کا حصہ ہوں؟"اس نے حیرت انگیز طور پر خود کو سنبھال لیا تھا کیونکہ اتنا اندازہ تو اسے تھا ہی کہ اس کی زندگی کسی بھی وقت پلٹا کھائے گی۔

www.novelsclubb.com

"تم کسی کہانی کا حصہ نہیں بلکہ تم خود ایک کہانی ہو تم ملکہ ہو،اس صحراء کی ملکہ جو آج تمھاری آمد پر تاروں کی طرح چمک رہا ہے"انعام نے بازو لمبا کر کے صحراء کی طرف اشارہ کیا۔

اور پھر قدم قدم چلتا اس کے عین سامنے آرکا "اور میرے دل کی بھی" وہ دھیرے سے بولا جبکہ اوزگل سانس روکے اسے سننے لگی۔ وہ اب عربی میں کچھ کہنے لگا اور یہاں اوزگل پر ایک اور انکشاف بھی ہو گیا کہ وہ اس زبان کو حرف بہ حرف سمجھ سکتی ہے۔ انعام بول رہا تھا اور وہ سر اٹھائے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے چپ چاپ اسے سن رہی تھی جیسے اگر زرا سا بھی ہلی تو یہ سارا منظر ہوا میں تحلیل ہو جائے گا جبکہ صحراء کے ذرے اپنی ملکہ کی دل کی حالت سمجھتے ہوئے اور دمکنے لگے۔

www.novelsclubb.com

"تملی معاک"

(میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں)

"معاک قلبي معاک روحي يا أغلى حبيب"

(میرا دل اور میری روح تمھارے ساتھ ہے اے میری قمیتی محبت)

"یا أغلی حبیب"

(اے میری قیمتی محبت)

"ومهما تكون بعيد عني لقلبي قريب"

(کوئی فرق نہیں پڑتا چاہے تم مجھ سے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو تم ہمیشہ میرے دل کے قریب ہو)

www.novelsclubb.com

"یا عمری الجاي والحاضر یا احلی نصیب"

(تم ہی میری جاری وحاضر زندگی اور بہترین مقدر ہو)

ایک سکتہ تھا جو انعام کے خاموش ہونے پر ٹوٹا تھا۔اوز گل اپنی کالی گہری آنکھوں میں حیرت سموئے ایک قدم پیچھے ہٹی۔اس کے لمبے بکھرے بال ہوا سے اڑتے ہوئے اس کے چہرے پر پڑ رہے تھے لیکن وہ بس حیرت کا مجسمہ بنی انعام کو تک رہی تھی۔جو اس کی حالت دیکھ کر محظوظ ہوا۔

اوز گل کو اپنا دل کانوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہوا وہ نہیں جانتی تھی کب کیسے پر لمحہ بہ لمحہ اس نے انعام کو اپنے دل میں جگہ بناتے دیکھا اور وہ کوئی احتجاج ہی نہ کر سکی۔ اور اب جب انعام نے کھل کر اس سے اظہار کیا تو اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ کیا کہے بس انعام کی آنکھوں سے نظریں چرا کر دوسری جانب دیکھنے لگی کہ مبادا وہ اس کی آنکھوں کے ذریعے اس کے دل میں ہی نہ جھانک لے۔

"ہمیں چلنا چاہیے کافی دیر ہو گئی ہے" اپنے لہجے کو حتی الامکان نارمل کرتے ہوئے کہا۔

انعام جو سینے پر بازو لپیٹے اس کی کیفیات کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہا تھا اس کی بات پر سر ہلایا اور اس کے پاس آ کر کہا "ہاتھ پکڑاؤ اور آنکھیں بند کر لو"۔ اوز گل زرا سا جھجکی اور پھر اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ کر آنکھیں موند لیں۔ انعام اس کی یہ جھجک دیکھ کر مسکرا دیا اور پھر دھیرے سے اوز گل کے سنگ ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ پیچھے رہ جانے والی یہ جادو بھری رات اس انوکھی محبت کی گواہ رہ گئی۔

اپنے کمرے میں آنے کے بعد اوز گل نے جلدی سے انعام کے ہاتھ چھوڑے اور دو قدم پیچھے سرک کر اس سے کہا "شکریہ اس پراسراریت کو سامنے لانے کے لیے اور میری زندگی کے رازوں سے پردہ اٹھانے کے لیے"۔

"اور شکریہ مجھے یہ شرماتی ہوئی کیشیہ دکھانے کے لیے" وہ اس کے سرخ ہوتے

چہرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

اوزگل نے جلدی سے انعام کے پیچھے ڈریسنگ ٹیبل میں لگے شیشے میں اپنا چہرہ دیکھا اور پھر گلا کھنکھار کر بولی "جی نہیں میں کوئی شرماور ما نہیں رہی یہ بس ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے گال اور ناک لال ہو گئے ہیں "اس نے سٹپٹا کر بات سنبھالی اور اس کا جواب سن کر انعام کا ایک بھرپور قہقہہ گونجا۔

"بلکل جناب جو آپ کہیں "وہ شرارت سے بولا جبکہ اوزگل کے ماتھے پر تیوری چڑھی۔

"یہ سب چھوڑو تم نے کہا تھا کہ مجھے اپنا اصلی روپ دکھاؤ گے "اچانک سے یاد آنے پر وہ بولی۔

"ہمم سوچ لیں ملکہ"۔

"انعام" اس نے ناراضگی سے اسے پکارا اور ایسا ہو سکتا تھا کہ اوزگل کچھ کہے اور انعام نہ مانے۔

انعام اوزگل سے تھوڑا اور دور ہوا اور اپنی آنکھیں بند کر دیں اور جب کھولی تو ان میں آگ کے شعلے جلتے ہوئے دکھائی دیے جبکہ اس کا چہرہ برف کی مانند سفید ہو گیا اور بڑے بڑے خوبصورت پَر اس کی پشت پر نظر آنے لگے۔ وہ اپنے اسی روپ میں اب اوزگل کی جانب قدم اٹھانے لگا اور اس سے دو انچ کے فاصلے پر رک گیا۔ وہ خوفناک نہیں تھا مگر پھر بھی اس کی شعلہ اگلتی آنکھوں کو دیکھ کر کوئی بھی بندہ کپکپا جائے۔

"ہم اپنی تعریف سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہیں" وہ اپنی آگ رنگ آنکھیں اس پر گاڑھ کر بولا۔

اوزگل کو اب بھی یہ آنکھیں اپنی طرف کھینچتی ہوئی محسوس ہوئی "تمھاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں" وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولی۔

انعام نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ یہ لڑکی واقعی سب سے مختلف ہے مجھے ایسے روپ میں دیکھ کر بھی میری آنکھوں کی تعریف کر رہی ہے۔ انعام دل ہی دل میں بولا۔ پھر آنکھیں بند کر کے دوبارہ کھولی تو اپنی سابقہ حالت میں موجود تھا۔

"اوہ کیشیہ تم پاگل ہو" وہ ہنسا۔

اوزگل نے اس کی بات سن کے اسے ہاتھوں سے پرے دھکیلا جس پر وہ ایک انچ تک نہ ہلا "زیادہ شوخے مت ہو میں نے ایسے ہی تعریف کر دی" وہ پہلی دفعہ کھل کر کسی کے سامنے آئی تھی۔انعام اس کے بچپنے پر مسکرانے لگا اور پھر ریت کا گولہ بن کر غائب ہو گیا۔ جبکہ کمرے کے وسط میں کھڑی اوزگل کے لبوں پر بھی اب اس کی باتوں کو یاد کرتے ہوئے تبسم بکھر گیا۔وہ تمام راتوں سے ایک اچھی رات تھی یاد رہ جانے والی، چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دینے والی لیکن اوزگل نہیں جانتی تھی کہ کل آنے والی رات کو وہ اپنی پوری زندگی فراموش نہیں کر پائے گی۔وقت کا پہیہ تیزی سے گھومنا شروع ہو چکا تھا اور زمین کے نیچے پاتال کی آگ میں جلتی بلاؤں کے چہروں پر سے گزرنے کے ساتھ ساتھ شیطانی مسکراہٹیں پھیلتی جا رہی تھیں۔

"اوزگل مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے کیا تم فری ہو؟"اوزگل بالکنی میں پرندوں کے لیے پانی کا بھرا پیالہ رکھ رہی تھی جب مجیب کی آواز پر پلٹی۔آج چھٹی کا دن تھا اسی لیے سب ہی گھر ہر موجود تھے۔سفید اپارٹمنٹ میں صبح سے ہی ہلچل مچی ہوئی تھی۔حسیب اور فروہ اب بھی لاونج میں بیٹھے نیٹ فلیکس دیکھ رہے تھے ساتھ ہی سنیکس بھی تناول فرما رہے تھے۔خورشید ماموں اپنی سٹڈی میں موجود آفس کے کام میں مگن تھے جبکہ ہاجرہ ممانی کہیں جانے کی تیاری کر رہی تھیں وہ کل کی نسبت آج ٹھیک معلوم ہوتی تھیں لیکن اوزگل کے قریب آنے سے احتراز برت رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"جی کہیں مجیب بھائی"اس نے ایک نظر پانی کے پیالے پر ڈالی کہ آیا وہ ٹھیک سے پڑا ہے یا نہیں اور پھر مڑ کر مجیب کو جواب دیا۔

"یہاں نہیں میرے ساتھ نیچے چلو واک بھی کر لیں گے اور بات بھی ہو جائے گی" مجیب چہرے پر گہری سنجیدگی سجائے بولا۔

اوزگل کو اس کا انداز کھٹکا "اوہ تو مسٹر کو میری مسٹری جاننے میں دلچسپی ہو رہی" دماغ میں سوچا لیکن زبان سے کچھ نہ بولی اور سر ہلا کر مجیب کے پیچھے چل پڑی۔

بلڈنگ سے نکل کر اوزگل نے کالا چشمہ آنکھوں پر چڑھا لیا جب مجیب نے اسے ٹوکا "دھوپ اتنی تیز نہیں ہے تم یہ اتار سکتی ہو ویسے بھی عصر کا وقت ہو رہا ہے"۔

"آپ کے مشورے کا شکریہ پر مجھے دھوپ سے الرجی ہے چاہے وہ زیادہ ہو یا کم" وہ سپاٹ انداز میں بولی۔ مجیب نے ہونٹ بھینچ لیے اور سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔

وہ لوگ ایک قریبی پارک میں گئے اور پھر وہاں واکنگ ٹریک پر چلنے لگے۔اوزگل کو مجیب کی لمبی سنسنی خیز خاموشی سے کوفت ہوئی لیکن خود پر ضبط کرتے ہوئے اس نے نارمل سے انداز میں کہا"آپ کو مجھ سے کوئی بات کرنی تھی ناں تو پھر کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ فضول میں واک کروانے کا مقصد؟"

مجیب ایک گہری سانس کھینچ کر اس کی جانب مڑا"ممی کو کیوں ڈرایا ہے تم نے" اوزگل نے اس کی بات پر بھنویں اچکائی۔

www.novelsclubb.com

"ایکسکیوزمی"وہ سینے پر بازو لپیٹ کر اس کے روبرو کھڑی ہو گئی۔

"دیکھو مجھے پتہ ہے کہ تم نے ان کے ساتھ کچھ کیا ہے لیکن میں تمھارے منہ سے سننا چاہتا ہوں،ویسے بھی تم بہت عجیب ہو کچھ تو ہے تم میں جو چھپا ہوا ہے"مجیب کو

سمجھ نہ آئی کہ وہ اوز گل کی شخصیت کی کیسے مخاطب کرے اس لیے اتنا کہہ کر ہی چپ ہو گیا۔

"کیوں کیا میرے سر پر آپ کو شیطانوں جیسے دو سینگ نظر آتے ہیں؟ یا پھر میری سانپ جیسی گز بھر کی زبان ہے جن سے میں لوگوں کو ڈستی ہوں۔۔۔۔۔۔ نہیں خیر سانپ تو دانتوں سے ہی ڈستا ہے یہ تو ناگن ڈرامے والوں کا دماغ خراب ہوا ہے" وہ ہلکے پھلکے لہجے میں ہاتھ جھلا کر بولی۔

www.novelsclubb.com

"اوز گل یہاں کوئی مذاق نہیں ہو رہا بات میری ماں کی ہے ان کو کبھی بھی پینک اٹیک نہیں ہوا اور وہ مجھے بتا چکی ہیں کل جو حرکت تم نے ان کے ساتھ کی" مجیب نے بمشکل اپنے غصے پر قابو کیا۔

"اوہ واقعی ویسے مجھے ممانی سے توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی صاف گوئی کا مظاہرہ کریں گی" اوز گل نے طنزیہ ہنستے ہوئے کہا۔

"پھر تو میری ماں کو قبر سے نکالنے والی بات بھی یقیناً بتائی ہو گی" اوز گل نے اب عینک اتار کر سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں جھانکا جو بلکل ٹھنڈی تھیں، مجیب کو ان آنکھوں سے ہلکا سا خوف آیا۔اس طرف دھوپ نہ ہونے کے باعث اس کی آنکھوں کا رنگ کالا ہی تھا ورنہ مجیب الگ سے ایک نیا شوشا چھوڑ دیتا۔

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب کیا کہنا چاہتی ہو؟" وہ نا سمجھی سے بولا۔

"یہی کہ جیسے تمھیں اپنی والدہ ماجدہ ہاجرہ بیگم سے محبت ہے بلکل ویسے ہی مجھے اپنی مرحومہ ماں سے محبت ہے۔۔۔۔۔ سمجھا دینا انہیں اگر دوبارہ میری ماں کے

خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو میں لاہور والی اوز گل بننے میں ایک منٹ کی بھی دیر نہیں کروں گی۔۔۔۔۔آئی سمجھ "اس نے مجیب کو وارن کیا اور دوبارہ سے عینک آنکھوں پر چڑھالی۔

جبکہ وہ تو اس کے رویے پر دنگ رہ گیا۔آج تک اوز گل نے ان سب سے نرمی سے ہی بات کی تھی لیکن اب اس کا یہ انداز دیکھ کر مجیب کو لگا جیسے وہ کوئی عام انسان نہیں بلکہ کسی ریاست کی ملکہ ہو جو صرف اپنی سنانا اور حکم دینا جانتی ہے۔اس کی سنجیدہ لہجے میں دی گئی دھمکی پر مجیب کو بے اختیار احساس ہوا کہ اس کی ماں سے ہی کوئی گڑ بڑ ہوئی ہے۔وہ اوز گل کو اب دیکھنے لگا جو متوازن چال چلتی پارک کا گیٹ عبور کر رہی تھی جبکہ مجیب نے اپنی کنپٹی مسلی "ممی کیوں کرتی ہیں آپ ایسا" وہ اب خود سے بڑبڑاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا واکنگ ٹریک پر چلنے لگا۔جبکہ اس کی پشت پر چمکتا سورج اب ہولے ہولے غروب ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔

•••••••

سَكنت قلبي، صارت سَكني.

تُشبه رُوحي، أدعوها وطِني.

(وہ میرے دل میں بسی

اور میرا آرام بن گئی

وہ میری روح سے ملتی جلتی ہے

میں اسے اپنا گھر کہتا ہوں)

www.novelsclubb.com

سفید محل کے آنگن میں پائے جانے والے وسیع رقبے پر پھیلے باغ میں اس وقت رات کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ چنبیلی کے پھولوں کی مہک نے سارے باغ کا احاطہ کر رکھا تھا۔اسی باغ کے وسط میں واقع فوارے سے گرتے پانی نے ماحول میں ایک ارتعاش سا پیدا کر دیا تھا۔ فوارے کے قریب شہزادہ انعام کھڑا تھا جس کی نظر تو سامنے فضا میں ٹمٹماتے جگنوؤں پر تھی لیکن ذہن کسی اور ہی رو میں بھٹکا ہوا تھا۔

"رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا ہے لیکن اب تک جنگ کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔۔۔۔۔ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے" وہ آہستگی سے بڑبڑایا۔

"اسی وقت، اسی رات اور اسی تاریخ کی نشاندھی کی گئی تھی" وہ اب باغ میں ٹہلنے لگا۔

"مجھے بابا جان سے بات کرنی ہو گی کچھ تو ہے جو ہم سے پوشیدہ ہے "ایک جگنو آ کر اس کے کاندھے پر بیٹھ گیا لیکن وہ اس سے بے نیاز ٹہلتا ہی رہا۔

"کہیں ہم سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئ" وہ رک کر اپنے دماغ پر زور ڈالنے لگا۔

"اوہ کیشیہ۔۔۔۔۔۔۔ نہیں نہیں میرے خدا ایسا نہیں ہونا چاہئے "ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا اور وہ پلک جھپکتے ہی وہاں سے غائب ہو گیا لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

انعام چند منٹوں بعد اوز گل کے کمرے میں نمودار ہوا اور کمرے کی حالت دیکھ کر اس کا سانس تک رک گیا۔اس نے یہاں وہاں نظر دوڑائی لیکن اوز گل ہوتی تو اسے دکھائی دیتی ناں۔کیونکہ وہ تو اب انعام کی دسترس سے بہت دور جا چکی تھی ایک

ایسی بھیانک قید میں جس کا تصور کوئی بھی نہیں کر سکتا۔انعام نے کچھ سوچ کر آنکھیں بند کیں اور دماغ پر زور ڈال کر کمرے میں پیش آنے والے واقعے کو دیکھنے لگا جیسے جیسے سب نظر آتا گیا اس کے چہرے کی رگیں ابھرتی گئیں۔اس نے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولیں جو اب غیر انسانی معلوم ہو رہی تھیں۔وہی شعلہ اگلتی آگ رنگ آنکھیں جو اپنے دشمن کو بھسم کر دینا چاہتی تھی اور پھر یہاں تو معاملہ اس کے دل کا تھا تو کیسے چپ رہتا۔انعام نے اب دوبارہ سے ایک نگاہ پورے کمرے پر ڈالی جس کی حالت یوں تھی جیسے یہاں سے کوئی طوفان آکر گزرا ہو جبکہ دیواروں پر جابجا خون کے دھبے تھے اور فرش پر انسانی ہڈیاں بکھری ہوئیں انعام کا منہ چڑا رہی تھیں۔اس نے زیر لب کچھ پڑھ کر پورے کمرے پر پھونکا جس کی وجہ سے کمرہ سیکنڈ میں ہی اپنی سابقہ حالت میں واپس آگیا جیسے یہاں کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا۔وہ اب مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے کمرے کے ٹھیک ہوتے ہی ریت کا گولہ بن کر غائب ہو گیا۔

آدھا گھنٹہ پہلے:

کچھ وقت پیچھے جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اوز گل کے کمرے میں آخر ہوا کیا تھا۔

اوز گل اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی ہوتی ہے جب اس کی ناک سے بدبو کا شدید بھبھوکا ٹکرایا۔اس نے اپنی ناک پر فوراً ہاتھ رکھا

"اونہوں۔۔۔۔۔۔اتنی گندی سمیل"۔اس نے منہ بنا کر کتاب بند کی اور اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس گئی تاکہ پرفیوم اٹھا کر کمرے میں چھڑک سکے۔لیکن پرفیوم چھڑکنے کے بعد بھی وہ بدبو ہنوز برقرار رہی تو اوز گل کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

"کسی جگہ گندی سرانڈ پھیلنے کا مطلب یہی ہے کہ کوئی شیطانی طاقت آپ کے پاس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

موجود ہے "ایک کتاب میں پڑھا گیا یہ جملہ اس کے ذہن میں گونجا۔وہ پرفیوم کی بوتل واپس میز پر رکھ محتاط نظروں سے پورے کمرے کا جائزہ لینے لگی جب ایک دم سے اس کا بیڈ وسط سے ٹوٹا اور ایک زوردار آواز پورے کمرے میں گونجی۔اوزگل اس سب کے لیے تیار نہیں تھی اس لیے گھبرا کر دیوار کے ساتھ جا لگی لیکن آگے کا جو منظر تھا وہ اس کے ہوش اڑانے کے لیے کافی تھا۔ٹوٹے ہوئے بیڈ کے بیچ سے کالا دھواں نکلنے لگا جس میں پہلے ایک شبیہہ ابھری اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دھواں ختم ہو گیا اور وہ شبیہہ واضح نظر آنے لگی۔وہ نساس تھا وہی خوفناک شیطانی عفریت جو محض چھونے سے ہی کسی کو بھی ہڈیوں کے پنجر میں بدل دے۔اوزگل نے جب اس بلا کو دیکھا تو یکایک اس کی آنکھوں سے خونی آنسو بہنا شروع ہو گئے۔

"ہاہاہاہانساس کے فقط دیکھنے سے ہی تمھارا خون نکل آیا" وہ بے ہودہ قہقہے لگاتے

ہوئے پھٹی آواز میں بولا۔

اوزگل ان چند منٹ میں ہی خود کو سنبھال چکی تھی تبھی اس کی طرف بے خوفی سے دیکھتے ہوئے بولی "تم شیطان بھی خوش فہمیاں پالتے ہو، سن کر اچھا لگا۔اس نے سراسر مذاق اڑایا۔

"اگلے چند گھنٹوں میں اندازہ ہو جائے گا تمھیں کہ کون خوش فہمیاں پال رہا ہے" نساس نے ہوا میں ہی معلق جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

اوزگل نے اس کی بھیانک شکل کو دیکھا جہاں آنکھوں کی جگہ کالے گول گڈھے نمایاں تھے۔آدھا چہرہ جلا ہوا جہاں سفید کیڑے رینگتے ہوئے واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے جبکہ آدھا چہرہ ٹھیک تھا۔اوزگل نے منہ پھیرا اسے ابکائی آئی پر وہ

کسی بھی طرح سے اس شیطان کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔وہ واقف تھی اپنی طاقتوں سے اور اب اسے انہی طاقتوں اور خدا کے بھروسے کے سہارے ان شیاطین سے لڑنا تھا۔

"بکواس بند کرو۔۔۔۔۔۔شکل دیکھی ہے اپنی جلے ہوئے کیکڑے جیسی۔۔۔۔۔آیا بڑا مجھے دھمکی دینے والا ہونہہ" وہ نفرت سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی آنکھوں کا رنگ سرخی مائل ہو چکا تھا۔اب مشکل تھا اس کی زبان رک جاتی کیونکہ بقول دادا کے دشمنوں کے لیے اوزگل کی زبان نہیں بلکہ چلتی ہوئی ٹرین ہے جو ایک بار چل پڑے تو رکنے کا نام نہیں لیتی۔اور پھر سامنے موجود بدہیئت مخلوق تو تھا ہی شیطان کا چیلا، وہ شیطان جس کی دشمنی ازل سے آدم سے چلتی آرہی ہے، جو ہمیشہ انسانوں کو بھٹکاتا رہتا ہے بھلا اس شیطان کے سامنے کیسے وہ ڈر کر خاموش ہو جاتی۔

"تم شیطانوں کو خدا نے مہلت دی ہے اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تم انسانوں یا دوسری مخلوقات کو مارتے پھرو اور اپنی بے ہودہ شکلوں سے ان کا جینا دوبھر کرو۔۔۔۔۔۔۔لیکن خیر تم جتنا بھی شر پھیلالو کبھی بھی نہیں جیت سکتے "اوزگل اب چہرے پر دل جلانے والی مسکراہٹ لیے بولے وہ ایک دوسرے سے عربی میں ہی مخاطب تھے۔

نساس ایک دم سے اس کے سامنے آیا اور جوں ہی اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا ایک زوردار جھٹکے سے دور جا گرا سیکنڈوں کا کھیل تھا وہ سمجھ ہی نہ پایا کہ آخر ہوا کیا ہے۔وہ باقیوں کی طرح اوزگل کو بھی ہڈیوں کا ڈھانچا بنانا چاہتا تھا پر وہ شاید اس پل بھول چکا تھا کہ اوزگل عام انسان بلکل بھی نہیں اسلیے جیسے وہ اسے دوبارہ نقصان پہنچانے اس کے چہرے کے قریب گیا ایک اور جھٹکے سے اڑتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ اوزگل سینے پر بازو لپیٹے اسے طنز بھری نظروں سے تکنے لگی "کہ جی ہو گیا آپکا؟"۔

یہ اس کی آنکھوں سے نکلتے خونی آنسوؤں اور بازو پر موجود آدھے چاند کے نشان کا ہی کمال تھا کہ نساس تو کیا کوئی بھی بلا اسے چھونا تو دور کی بات اس کے قریب بھی نہیں آسکتی تھی۔ وہ چیختا ہوا اٹھا اور کمرے کے بیچ و بیچ ہوا میں معلق ہو کر کچھ نہ مانوس الفاظ کا جاپ کرنے لگا جس سے کمرے میں ایک طوفان سا برپا ہو گیا ہر شے ہوا میں اڑنے لگی اور اوزگل جس دیوار کے قریب کھڑی تھی وہاں سے رسیاں نکلیں اور اس کے وجود کو جکڑ گئیں۔ نساس اب یوں ہی ہوا میں تیرتا ہوا اوزگل سے کچھ فاصلے پر رک گیا اور چہرے پر شیطانی مسکراہٹ سجائے کہنے لگا "شیطان کو کبھی ہلکا مت لینا" جبکہ اوزگل اسے خونخوار نظروں سے گھورنے لگی لیکن نہ جانے کیوں وہ اس سمے کچھ بھی بولنے سے قاصر تھی شاید یہ ان جادوئی رسیوں کی وجہ سے تھا جس سے اس کا وجود جکڑا ہوا تھا۔ نساس نے اب اس رسی کا ایک سرا اپنے اکلوتے سڑے ہوئے ہاتھ میں پکڑا اور چٹکی بجا کر غائب ہو گیا۔ پیچھے کمرے میں ویرانی، بدبو اور خون کے دھبے ہی رہ گئے۔ اگر گھر کا کوئی بھی بندہ اوزگل کے

کمرے کا جائزہ لے لیتا تو یقیناً بے ہوش ہو جاتا۔

انعام محل میں داخل ہوتے ہی بادشاہ سلامت کے سامنے حاضر ہوا اور تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا جسے سن کر وہ بھی پریشان ہو گئے۔"ہمیں کسی بھی طرح کیشیہ کو ان کے چنگل نے آزاد کروانا ہو گا اور انعام یہ کام تمھارے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا"انہوں نے وقت ضائع کیے بغیر انعام سے کہا اور ساتھ ہی فوج تیار کروانے کا حکم دیا۔

www.novelsclubb.com

"آخر ہم کیسے فراموش کر گئے کہ ان بلاؤں کو کیشیہ کا علم نہیں ہو گا"انعام نے ماتھے کو چھوا۔

"نہ جانے اس شیطان نے کیسے صحراء کی حدود کو عبور کیا جبکہ چاندی کے سانپ

جوں کے توں اپنا پہرہ دے رہے ہیں "اس کا دل کیا جا کے ان بلاؤں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

"یہ وقت ان باتوں کو سوچنے کا نہیں جاؤ اور جا کر کیشیہ کو آزاد کرواؤ۔۔۔۔۔ بھلے اس کے پاس چاندنی طاقتیں ہیں لیکن ہم اکیلی بچی کو ایسے ان بلاؤں کے چنگل میں نہیں چھوڑ سکتے " بادشاہ نے گہری سنجیدگی سے کہا۔

انعام ان کے لہجے میں چھپے خوف کو بخوبی بھانپ گیا اور اثبات میں سر ہلا کر ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ ادھر بادشاہ فوج کے سپاہ سالار کے پاس جانے کے لیے آگے بڑھ گئے۔ بھلے ہی ان بلاؤں نے پیٹھ پیچھے وار کیا تھا لیکن جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اور اب وہی اس جنگ کو اختتام تک پہنچائیں گے۔ سارے قبیلے میں ہلچل مچ چکی تھی ہر کوئی اپنی جانب سے تیاریاں کر رہا تھا۔ حفاظتی اقدامات بڑھائے جا رہے تھے۔ خوف

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے باوجود کیش قوم والے بڑھ چڑھ کر جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔اور ادھر انعام کیشیہ کو پکارتے ہوئے صحراء کے کونے کونے کا جائزہ لے رہا تھا کیونکہ وہ کالی پہاڑی جہاں ان بلاؤں کا مسکن تھا غائب ہو چکی تھی۔حالانکہ وہ پہاڑی وہیں موجود تھی لیکن نساس نے اسے سب کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان بلاؤں نے بہت بڑا کھیل کھیلا تھا جس میں فریب ہی فریب تھا۔

اوزگل جو ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہو گئی تھی اب اس کا ذہن دھیرے دھیرے جاگ رہا تھا۔جس کا سب سے بڑا ثبوت اس گندی بدبو کا اوزگل کی ناک سے ٹکرانا تھا۔اسے یوں لگا جیسے اس کی دماغ کی نسیں پھٹ جائیں گی کیونکہ وہ سر انڈنا قابل برداشت ہو رہی تھی۔اس نے اپنے سر کو ایک دو جھٹکے دیے اور آنکھیں کھولنے لگی اور پیلی روشنی والے تہہ خانے کو دیکھنے لگی جب اس کے کانوں سے کچھ آوازیں ٹکرائیں تبھی وہ جھٹ سے آنکھیں واپس بند کر گئی تاکہ آنے والوں کی باتیں سن

سکے اور یہاں سے نکلنے کا کوئی سراغ پالے۔

"نساس ماننا پڑے گا فریب دینے میں تو تم مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے نکلے" یہ گورگن تھا جو نساس کے پیچھے تہہ خانے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔اس کے سر پر موجود کالے سانپ ہمیشہ کی طرح پھنکار رہے تھے۔

"ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔کیا تم بھی ان کمزور انسانوں کی طرح مجھے ہلکا لے رہے تھے" اس نے اپنے اکلوتے جلے ہوئے ہاتھ سے زمین پر بے ہوش پڑی اوزگل کی جانب اشارہ کیا۔جس پر گورگن نے اسے دیکھا اور قدم قدم چلتا اس کے پاس پہنچ گیا اور پھر اس سے کچھ فاصلے پر نیچے بیٹھ کر اوزگل کے لمبے بالوں اور چہرے کو دیکھنے لگا۔

"کیا خیال ہے نساس اسے اپنے جیسا نہ بنالوں بچے گی میرے ساتھ" وہ یہ کہتے ہی

اپنا ہاتھ اوز گل کی جانب لے جانے لگا جب نساس کی آواز پر رکا۔اس کی بے ہودہ بات پر اوز گل اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کے رہ گئی۔

"گورگن رک جاؤ" نساس نے اپنی پھٹی آواز میں حکم دیا جس پر گورگن نے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اسے ہاتھ مت لگاؤ ورنہ نقصان اٹھانا پڑے گا"۔وہ ہوا میں تیرتا ہوا اس کے قریب آنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"اور میں ہاتھ لگاؤں تو" وہ غصے سے اس کی جانب مڑا۔

"ذلیل۔۔۔۔۔منحوس شیطان" زمین پر لیٹی اوز گل نے دل ہی دل میں اسے

القابات سے نوازا۔

"اگر تم نے ایسا کیا تو کئی فٹ دور جا گرو گے۔۔۔۔۔۔اس لڑکی کو تم تو کیا ہم میں سے کوئی بھی بلا چھو نہیں سکتی "نساس نے اپنی پھٹی ہوئی آواز میں بات مکمل کی اور گورگن اپنا سانپوں بھرا سر ہلا کر وہاں سے اٹھ گیا۔

"تم اسے یہاں تک کیسے لے کر آئے جہاں تک میں جانتا ہوں صحراء کی سرحد پر تو سخت پہرا ہے جس کی بنا کر شیطانی طاقتیں اسے پار نہیں کر سکتی "ایک کونے سے شوادھر کی آواز آئی ساتھ ہی مدھم سی موسیقی ابھرنے لگی۔ جس پر اوزگل ایک پل کو حیران ہوئی۔

نساس اس کی بات کر شیطانی ہنسی ہنسا اور کہنے لگا "زمین کے اوپر پہرا تھا زمین کے

نیچے تو نہیں"۔

"میں زمین کے نیچے سے ہوتا ہوا گیا ہوں اور یہ بہت ضروری تھا کیونکہ ہمیں اس آدم زادی کو کسی بھی طرح ختم کرنا ہوگا ورنہ یہ کیش والوں کے ساتھ مل ہمارا نام و نشان تک مٹا دے گی" وہ اب اوز گل کے ارد گرد چکر کاٹنے لگا۔

"یہ بھلا اکیلی ہو کر ہمارا کیا بگاڑ لے گی۔۔۔۔۔دیکھتے ہیں کب تک بچتی ہے" شواد ھر کسی جانور کا دل چباتا ہوا غرور سے بولا۔

www.novelsclubb.com

ان تینوں کے وہاں سے غائب کے بعد اوز گل نے آنکھیں کھولیں اور بمشکل خود کو بٹھایا اور اس تہہ خانے کا جائزہ لینے لگی۔اس کا وجود تاہنوز رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ اس گندی بُو کے باعث وہ گہرے سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔ میلی زرد روشنی

میں اس نے پورے غار نما تہہ خانے کا معائنہ کیا اور پھر ایک نظر اپنے بندھے وجود پر ڈالی تاکہ خود کو کھول سکے۔اس نے اپنی آنکھیں بند کیں اور دل ہی دل میں بولی "اوز گل یو کین ڈو دس۔۔۔۔۔تم اشرف المخلوق ہو، تم کر سکتی ہو" چند لمحے اسی طرح اپنا حوصلہ بڑھانے کے بعد اس نے اپنے ہاتھوں کو زور سے جھٹکا دیا جس پر درد کی ایک لہر اس کے جسم میں سرایت کر گئی لیکن وہ اسے نظر انداز کیے ہاتھوں کو جھٹکے دیتی گئی۔اچانک سے اس کے ذہن میں کلک ہوا۔

"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" اس نے زرا اونچی آواز میں پڑھا اور پھر ہاتھوں کو ایک اور جھٹکا دیا جس سے وہ رسیاں ٹوٹ گئیں۔اوز گل نے مسکراتے ہوئے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر باقی کی رسیوں سے بھی خود کو آزاد کروانے لگی۔اب اٹھ کر اپنے کپڑوں کو جھاڑا اور بالوں کو لپیٹنے لگی جو اس کی پشت پر بکھرے پڑے تھے۔دوپٹہ نہ جانے کہاں گر گیا تھا۔

"مجھے فوراً یہاں سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈنا ہو گا اس سے پہلے کے وہ بلائیں دوبارہ نمودار ہو جائیں" وہ ایک ایک دیوار کو ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔

"شیطان کے چیلوں مجھے باہر جانے دو پھر بتاتی ہوں تم سب کو" وہ دانت کچکچاتے ہوئے بولی۔ دفعتاً ایک کریہہ چیخ اس کے کانوں میں پڑی اور وہ بے اختیار ہی نیچے بیٹھ گئی۔ ممکن تھا کہ وہ غار سے نکلنے والی سیڑھیوں پر جلدی پہنچ جاتی اگر وہ چھپکلی نما چڑیل اس کا راستہ نہ روکتی۔ اوزگل نے جب سر اٹھا کر اپنے سامنے دیکھا تو اس کا سر گھوما وہ چڑیل اس قدر بھیانک تھی کہ اوزگل نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"انعام تم کہاں ہو" لبوں سے بس اتنا ہی نکلا۔ اس وقت شدت سے اسے انعام کی ضرورت محسوس ہوئی۔

آسمانوں میں پرواز کرتے انعام کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی "کیشیہ....!!!!"

اس نے اپنے دل ہر ہاتھ رکھا اور پھر ہوا میں معلق ہو کر ہی اسے پکارنے لگا۔دل کی تکلیف بڑھتی جا رہی تھی وہ سمجھ گیا کہ کیشیہ اس وقت مصیبت میں گھری ہے۔

"کیشیہ تم سن سکتی ہو مجھے؟"وہ بے چینی سے بولا۔

"دیکھو کمزور نہیں پڑنا میں آ رہا ہوں۔۔۔۔میں تمھیں بچا لوں گا یہ میرا وعدہ ہے"۔انعام نے دل ہر ہاتھ رکھے ہی کہا لیکن آگے سے کیشیہ کی آواز نہ سن کر اسے اور تشویش لاحق ہوئی۔وہ بھول چکا تھا کہ شیطانی بلاؤں کی قید میں ہوتے ہوئے اس کی آواز کیشیہ تک نہیں پہنچ سکتی۔

وہ اسی ٹیلے کے قریب اتر گیا جو کالی پہاڑی کے سامنے تھی اور جہاں سے انعام نے

ایک بلا کو نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔"ہو نہ ہو کیشیہ کو اسی پہاڑی میں قید کیا گیا ہے اور نظروں سے اوجھل کر دیا ہے تاکہ ہم میں سے کوئی وہاں داخل نہ ہو سکے"انعام سامنے نگاہ رکھتے ہوئے خود سے بولا۔

پہاڑی والی جگہ سے اچانک نمودار ہوتے سانپ کو دیکھ کر انعام چونکا اور پھر ہولے سے مسکراتے ہوئے بولا"آج تو تم لوگوں کا کھیل ختم ہو کر رہے گا تیار ہو جاو ابدی نیند سونے کے لیے"وہ پھرتی سے آگے بڑھا اور اس سانپ کو پھن سے پکڑ کر اٹھایا جس پر وہ پہلے تو پھنکارا اور پھر چیخنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"جو پوچھوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دینا ورنہ تو تمھارے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اس باز کو کھلا دوں گا"وہ سرد لہجے میں بولا اور ساتھ ہی چٹکی بجائی جس سے ایک باز اڑتا ہوا اس کے کندھے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"مجھے نہیں پتہ کچھ بھی چھوڑو چھوڑو" وہ سانپ جو کہ ایک چڑیل تھی خود کو چھڑانے لگی لیکن انعام نے اپنی گرفت مزید بڑھادی اور آہستہ آہستہ اسے باز کے قریب کرنے لگا جس پر وہ چڑیل چیخی۔

"وہ آدم زادی اندر غار میں قید ہے" چڑیل جلدی جلدی بتانے لگی۔

"میں بھی جانتا ہوں کہ وہ اندر ہی ہے لیکن یہ بتاؤ کہ یہ کالی پہاڑی کیسے ظاہر ہو گی" انعام دھاڑتے ہوئے بولا جبکہ وہ چڑیل اس بات پر خاموش رہی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے" انعام نے اس کے پھن کو مڑوڑا جس پر وہ پھر سے چیخنے لگی۔

"سس سورج کی پہلی کرن پہاڑی کو واپس ظاہر کر دے گی۔۔۔۔۔اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں پتہ" سانپ کے منہ سے یہ نکلتے ہی انعام نے اسے اپنے کندھے پر بیٹھے باز کی طرف بڑھایا جس نے ایک منٹ کے اندر اسے نگل ڈالا۔انعام نے سر اوپر اٹھا کر آسمان کو دیکھا یہ مہینے کی اندھیر شب تھی چاند نہ ہونے کے باعث تاروں کی چمک بھی ماند لگ رہی تھی۔رات کا دوسرا پہر چل رہا تھا اور وہ صبح تک انتظار نہیں کر سکتا تھا نہ جانے وہ لوگ اوزگل کے ساتھ کیا کر بیٹھیں۔اب اسے ہی کوئی طریقہ ڈھونڈنا ہو گا اس پہاڑی میں داخل ہونے کا۔یہ سوچتے ہی وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا قدم آگے کی جانب بڑھانے لگا اس سے پہلے کے وہ نظروں سے اوجھل پہاڑی کو ہاتھ لگا کر ٹٹول پاتا چاندی کے سانپوں کی پھنکار اس کے کانوں میں پڑی۔ انعام کا وجود ساکت ہوا،ایک بار پھر سے آواز سنائی دی جو کہ پھنکار نہیں بلکہ بلاوا تھا وہ اپنے آقا کو پکار رہے تھے۔انعام نے ایک نظر سامنے خلا میں ڈالی اور ایک نظر

اپنے پیچھے، پھر کچھ سوچتے ہوئے واپسی کی جانب قدم بڑھا گیا" یہ آواز صحراء کے حدود پر پہرا دینے والے محافظوں کی ہے یقیناً وہ بلائیں انہیں وہاں سے ہٹانے کی کوشش کر رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔مجھے جانا ہو گا وہ شہر میں داخل نہیں ہو سکتے "۔اس کے ذہن کے پردے پر کیشیہ کا چہرہ لہرایا۔انعام کرب سے آنکھیں میچ گیا۔ نہیں وہ بچائے گا اپنی محبت کو وہ ہارے گا نہیں۔اب اسکا وجود دھیرے دھیرے ریت کے ذروں میں تبدیل ہوتا گیا اور آخر میں غائب ہو گیا۔

اوز گل نے کچھ سوچ کر اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ چھپکلی نما چڑیل اپنی لمبی زبان نکالتے ہوئے بدستور اسے گھوری جا رہی تھی۔اس نے وہاں پھیلی بدبو کے باعث بمشکل ایک لمبی سانس کھینچی "اوز گل یہ شیطان تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کمزور مت پڑنا"خود کی ہمت بندھائی اور پھر گالوں پر پھیلے خونی آنسوؤں کو ہتھیلی کی پشت سے صاف کر کے ہاتھوں کو دیکھا اور پھر انہی ہتھیلیوں سے سامنے کھڑی چڑیل کو

شانوں سے پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر اوز گل کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا کہ اس کے پکڑتے ہی وہ چڑیل پگھلتی ہوئی کسی مائع کی طرح زمین پر بہہ گئی۔ وہ اس چیز کی توقع بلکل بھی نہیں کر رہی تھی۔

اس نے چند قدم پیچھے سرک کر خود کو اس گندے مائع سے بچایا اور دل ہی دل میں بڑبڑائی "آہاں اب تو کافی مزہ آئے گا ان سے لڑنے میں"۔

وہ اتنے وقت میں پہلی بار مسکرائی اور پھر دوبارہ سے اسی راستے کی طرف بڑھنے لگی جہاں پہلے جا رہی تھی تاکہ باہر نکل سکے اس کی حیرت ایسے ہی چند سیکنڈز کی ہوا کرتی تھی اوز گل نے کبھی بھی کسی چیز پر زیادہ رد عمل نہیں دکھایا یہ اس کی عادت تھی۔

وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتی اس ملگجی روشنی میں آگے بڑھ رہی تھی کیونکہ نیچے کی زمین بے شمار انسانوں اور جانوروں کی ہڈیوں سے بھری پڑی تھی جو کہ پاؤں کے دباؤ سے ٹوٹ پڑتی اور تہہ خانے کی خاموشی میں ایک ارتعاش برپا ہو جاتا۔ یہ ایک

گولائی نما تہہ خانہ تھا جہاں چاروں جانب کو راہداریاں نکلی ہوئیں تھیں اور ایک طرف زینے تھے جو کہ اوپر کو جاتے۔اوزگل نے اندازے سے اسی زینوں کا انتخاب کیا اور ساتھ ہی زیر لب قرآنی آیات کا ورد بھی جاری رکھا تاکہ ان مخلوقات کا سامنا کیے بغیر یہاں سے بآسانی نکل سکے اور کھلی فضا میں سکون کا سانس لے سکے۔اسے اپنی طاقتوں سے زیادہ اللہ کے کلام پر یقین تھا اور اسی یقین کی بناء پر وہ بغیر کسی کٹھن کے اوپر غار کے دہانے تک پہنچ گئی۔

www.novelsclubb.com

•••••••

ایک ہفتہ قبل:

"ہمیں اس لڑکی تک کسی بھی طرح پہنچنا ہو گا یہی ہے وہ جو کیش والوں کے ساتھ مل کر ہمارا خاتمہ کرنے آئے گی" گورگن اپنے سانپوں والے سر ایک طرف کیے سامنے دیوار کی جانب اشارہ کر رہا تھا جہاں اوزگل کی ہلکی سی شبیہہ دکھائی دے رہی تھی اس کے سر پر خونی موجود سانپوں کی زبان لپلپاتے ہوئے باہر کو نکل رہی تھی۔ پیلی روشنی والا تہہ خانہ اس وقت تمام بلاؤں سے بھرا پڑا تھا اور سب کی شیطانی نظریں سامنے اوزگل کی شبیہہ پر ٹکی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"یہ آدم زادی ایک عام سی انسان بھلا ہمارا کیا بگاڑ لے گی" ازگر اپنا خطرناک پھن پھیلائے سیٹی نما آواز میں بولا۔

گورگن نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا "کیا تمھاری عقل گھاس چرنے چلی گئ

ہے؟؟؟"جس پر ازگر اس کی جانب تیزی سے بڑھا لیکن نساس نے بیچ میں ہی روک دیا اور گورگن کو بات جاری رکھنے کا کہا۔

"یہ عام انسان نہیں ہے اسے چاند کی طرف سے خصوصی طاقتیں عطا کی گئیں ہیں۔۔۔۔۔۔یہ ملکہ ہے اس صحراء کی"گورگن نفرت سے غرایا۔

"تو اب ہمیں اسے اپنے قبضے میں کرنا ہے"چمکادڑ کی طرح چھت سے الٹی لٹکی ہوئی ایک چڑیل نے خوش ہوتے کہا اسے انسانی خون کی بو ابھی سے آنا شروع ہو گئ تھی۔

"گورگن تمھارا یہ سانپوں بھرے سر کا دماغ تو کافی تیز نکلا"شوادھر نے اپنے لمبے نوکیلے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا جس پر وہ شیطانی ہنسی ہنسنے لگا۔

"بس اب اسے کسی طرح ہمیں اپنے قبضے میں کرنا ہے تاکہ اس کا خاتمہ کر کے کیش قبیلے کو کمزور کر سکیں اور پھر آگے کی کہانی سے تو یقیناً سب ہی واقف ہوں گے "

شواد ھر پورے غار پر نظر ڈالتے ہوئے بولا اور پھر نساس کی طرف مڑا جو کہہ رہا تھا

"نساس اسے سنبھال لے گا" پھٹی ہوئی آواز گونجی اور پھر یکے بعد دیگرے تمام بلائیں چیختے چلاتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگی۔ کیونکہ آج ایک بہت بڑا راز ان کے سامنے کھلا تھا جس کی بنا پر وہ جیت کے اور بھی قریب ہو گئے تھے۔

نساس اپنے گلے سڑے وجود کو لیے غار سے باہر نکلا جدھر آسمان پر چاند چمک رہا تھا ریگستان میں ایک میٹھی سی ٹھنڈ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی گردن موڑ کر چاروں جانب دیکھنے لگا "بہت انتظار ہے ناں تمھیں اپنی ملکہ کا وہ آئے گی بلکہ لائی جائے گی مگر ایسی حالت میں کہ یہاں موجود ہر شے کی روح تک کانپ

جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تیار ہو جاؤاپنی ملکہ کی دردناک موت دیکھنے کے لیے" وہ اب ہیبت ناک قہقہے لگاتا ہوا گول گول گھومنے لگا جیسے کوئی بگولہ صحراء میں تیزی سے گھومتا ہے۔جبکہ ریت کے وہ ننھے منھے کے ذرے اسے افسوس سے تکنے لگے۔

آج:

www.novelsclubb.com

انعام جب صحراء کی حدود پر پہنچا تو اس نے دیکھا اس کے محافظ چاندی کے سانپ وہاں موجود بڑی بڑی خوفناک چھپکلیوں سے گتھم گتھا ہیں جبکہ کچھ ریت پر خون میں لت پت پڑے ہیں۔انعام کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ان منحوس بلاؤں کی چال ہے

اسے یہاں مصروف کرنا تاکہ وہ اوز گل کو صبح ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیں۔وہ سوچ میں پڑ گیا کہ آخر کیسے یہ سانپ اتنے کمزور ہو گئے ہیں جو ان شیطانوں کا مقابلہ نہیں کر پا رہے اور پھر جلد ہی یہ راز بھی اس پر کھل گیا جب بدبو کو تیز بھبھو کے کسی تیر کی مانند چاندی کے سانپوں پر پڑتے ہوئے دکھائی دیے جنہیں صرف انعام ہی دیکھ سکتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ ان کی طاقتیں کمزور پڑ رہی تھیں۔

اسے پہلے بھی شک گزرا تھا کہ آخر کیسے ان مخلوقات نے یہاں پر حملہ نہیں کیا اور خاموش رہے پر اب وہ ان کے شیطانی کھیل کو بخوبی سمجھ چکا تھا۔وہ شیطان تمام حملے ایک ساتھ ہی کرنا چاہتے تھے تاکہ کیش قوم والے چاروں شانے چت ہو جائیں۔

غصے کی شدت سے اس کی آنکھیں آگ برسانے لگی اور وہ اپنے اصل روپ میں آ کر چھپکلیوں کی جانب بڑھا اور انہیں اشارہ کر کے اپنی طرف بلایا جبکہ بچے ہوئے سانپوں کو حکم دیا کہ وہ واپس سے اپنا پہرہ شروع کر دیں۔اس نے ایک پھونک اپنے محافظوں پر ماری جس سے ان کے زخم بھر گئے۔وہ چھپکلیاں اب دھیرے

دھیرے انعام کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہی تھیں جبکہ وہ آگ برساتی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا اس سے قبل کے وہ انعام پر حملہ آور ہوتی اس نے ایک ایک کی آنکھوں میں بغور دیکھنا شروع کیا جس وہ بھسم ہوتی گئیں اور آخر میں راکھ کا ڈھیر بن کر ہوا میں اڑ گئیں۔

انعام نے اپنا رخ موڑ کر سانپوں کو گھورا اور پھر سرد سی آواز میں گویا ہوا "کیا اسی لیے میں نے تم لوگوں کو اپنی طاقتیں دی تھیں کہ ہار جاؤ؟" وہ تمام سانپ سروں کو جھکائے کھڑے تھے ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

www.novelsclubb.com

"وہ زہریلی چھپکلیاں اگر شہر میں داخل ہو جاتی تو جانتے بھی ہو کتنی معصوم جانے ضائع ہونی تھی" اس کی دھاڑ سے پورا صحراء لرز اٹھا۔

انعام نے ایک نگاہ دور نظر آتی عمارتوں پر ڈالی اور پھر ایک گہرا سانس لے کر اپنے

غصے کو ضبط کیا"اب یہاں کوئی گڑ بڑ نہیں ہونی چاہیے آئی سمجھ"اس نے سب کو وارن کیا جس پر وہ"جی آقا"کہہ کر اپنی اپنی پوزیشنز پر کھڑے ہو گئے۔کچھ وقت وہاں گزارنے اور مطمئن ہونے کے بعد وہ اپنے اسی روپ سمیت ہوا میں اڑا اور اپنا رخ واپس اسی کالی پہاڑی کی طرف موڑا۔

کیش قبیلے کے باہر بھی اس وقت جنگ کا سماں تھا۔خوفناک چڑیلے اچانک ہی فضا میں نمودار ہوئیں اور قبیلے کو گھیرے میں لے لیا۔اور اب سپاہی ان سے لڑنے میں مصروف تھے جبکہ کچھ سپاہی قبیلے کی حفاظت کر رہے تھے تاکہ کوئی بھی خونی چڑیل اندر داخل نہ ہو سکے۔بادشاہ سلامت کھڑکی کے سامنے کھڑے آنکھیں بند کیے کچھ پڑھ رہے تھے وہ ایک دفعہ پھر سے اپنے لوگوں کی حفاظت کے لیے حصار قائم کر رہے تھے۔رات کی تاریکی میں خوفناک چیخوں کی گونج محل کے در و دیوار تک کو ہلا رہی تھی۔گھنٹہ ہونے کو آیا تھا لیکن ان کا مقابلہ ابھی تک جاری تھا بہت سی چڑیلوں کو جہنم واصل کر دیا گیا تھا لیکن ان کی تعداد اس قدر تھی کہ ختم ہونے میں

ہی نہیں آ رہی تھی۔

بادشاہ نے اپنی آنکھیں کھولیں جو کہ اب غیر انسانی معلوم ہو رہی تھیں اور پھر اپنے پروں کو پھڑ پھڑا کر کھڑکی کے ذریعے ہی باہر کو نکل پڑے۔ان کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں نیلے رنگ کا پانی چمک رہا تھا۔ بادشاہ نے اپنی پرواز برقرار رکھتے ہوئے اس بوتل کا ڈھکنا کھولا اور غیبی حالت میں قبیلے سے باہر جا کر سامنے نظر آتی ان چڑیلوں پر چھڑکنے لگا۔نیلے پانی کی بوندیں پڑتے ہی وہ چڑیلیں کمزور پڑنے لگی جس کا فائدہ اٹھا کر سپاہیوں نے ان کے سینوں میں زہریلی تلواریں گھونپ دیں۔ اسی طرح ایک ایک کر کے تمام چڑیلوں کا خاتمہ ہو گیا جو زمین پر گرتے ہی سیاہی نما مائع میں تبدیل ہو جاتیں۔

بادشاہ اپنی اصل حالت میں آئے اور ہوا میں معلق ہو کر ایک بھرپور نگاہ اپنے قبیلے پر ڈالی جہاں سب باہر کو نکل پڑے تھے۔ جن کے چہروں سے اطمینان اور سکون چھلک رہا تھا۔ بادشاہ نے مسکرا کر انہیں ہاتھ سے اشارہ کیا جس پر وہ سب واپس پلٹ

پڑے اور وہ اپنے سپاہیوں سے مخاطب ہوئے "اصل جنگ باقی ہے سپاہیوں"

بادشاہ سرد سے تاثرات چہرے پر سجائے بولے۔

"تیار ہو جاؤ اب ہمیں بڑی بلاؤں کے خاتمے کے لیے جانا ہے اور صحراء کی ملکہ کا ساتھ دینا ہے" انہوں نے حکم صادر کیا اور پھر سب بادشاہ کے پیچھے ہوا میں پرواز کرنے لگے۔

ان کا رخ اسی کالی پہاڑی کی جانب تھا جو صحراء کے ایک ویران سے گوشے میں موجود ہے۔ وہ سب اپنے گرد و پیش پر نظریں دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور یہاں اس کالی پہاڑی کے دہانے پر کھڑی اوز گل باہر نکلنے کی راہ ڈھونڈ رہی تھی لیکن سامنے اندھیر دیوار کے سوا کچھ نہ تھا۔ "ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ان سیڑھیوں کے اختتام پر کچھ نہ ہو" وہ کمر پر ہاتھ رکھے بڑبڑائی لیکن پھر اچانک سے مسکرانے لگی۔

"میرے ساتھ گیم بازیاں ہمم کر لو کر لو" وہ اب پھر سے آگے بڑھی اور دیوار پر دونوں ہاتھ رکھ کر اسے بائیں جانب سرکایا۔ کچھ ہی لمحوں میں وہ بھاری دیوار گڑ گڑ کی آواز کرتے ہوئے ایک طرف کو ہو گئی اور سامنے کا منظر واضح ہو گیا۔ اس نے جلدی سے باہر نکل کر ایک گہری سانس کھینچی تاکہ تازہ ہوا پھیپھڑوں تک پہنچ جائے اس کے باہر نکلتے ہی وہ پہاڑی میں واضح ہو گئی جو اب تک چھپی ہوئی تھی لیکن اوزگل نے دھیان نہ دیا۔

اپنے زعم میں وہ شیطان اسے کمزور سمجھ رہے تھے پر وہ یہ فراموش کر گئے تھے کہ ملکہ کبھی کمزور نہیں پڑتی۔ وہ کالی پہاڑی سے چند فٹ کے فاصلے پر کھڑی اپنی کلائیوں کو دبا رہی تھی جہاں زخم پڑ چکا تھا جب اس کے کانوں میں ایک پھٹی ہوئی آواز گونجی "واہ تم تو کافی تیز نکلی"۔ اوزگل نے گردن ترچھی کر کے دیکھا تو نساس اپنی ہیبت لیے باقی بلاؤں سمیت وہاں کھڑا تھا۔ وہ دوبارہ سے گردن موڑ کے اپنے

کام میں مصروف ہو گئی اور۔

"نادان لڑکی تجھے کیا لگتا ہے تو ہم سے بچ جائے گی ارے تیرے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیں گے ہم "نساس چنگھاڑا۔

"ویسے یہ بھی اچھا ہے کہ تم باہر نکل آئی اب اس کھلے آسمان تلے ہی تمھاری جان لیں گے تاکہ تمھارا یہ صحراء بھی تو دیکھ سکے اپنی ملکہ کا انجام "گورگن آگے بڑھ کر ہنستے ہوئے بولا۔وہ ساری بلائیں اب اس کے گرد ایک دائرہ سا بنانے لگیں جبکہ نے ایک آخری نظر اپنی چھلی ہوئی زخمی کلائیوں پر ڈالی اور لبوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہم سب کی طاقتیں مل کر تجھے اتنا کمزور کر دیں گی کہ تو آسانی سے ہمارے ہاتھ آ

جائے گی"نساس نے اپنے کالے گدھوں سے اسے گھورا۔

لیکن جلد ہی انہیں ایک جھٹکا لگا جب اوزگل کے حلق سے ایک فلک شگاف چیخ بلند ہوئی۔ چیخ اتنی تیز تھی کہ اس کی آواز پورے صحراء میں گونج اٹھی جسے انعام نے بھی بخوبی سن لیا۔۔۔۔۔۔اس کا دل تیزی سے دھڑکا۔وہ کالی پہاڑی کے قریب ہی تھا جبکہ بادشاہ جو سپاہیوں سمیت ابھی آدھے راستے میں تھے ان تک بھی اوزگل کی چیخ واضح پہنچی۔اوزگل ہوا میں معلق تھی اور اس کے کالے بال اپنا رنگ تبدیل کر چکے تھے جو اس کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھے جس سے اس کا چہرہ چھپ چکا تھا۔اوزگل کا لباس بھی اچانک سے سفید چغے میں بدل گیا۔اس نے جب سر اٹھا کر نساس کو گھورا تو آنکھوں میں صاف طور پر خون دکھائی دیا۔اور پھر وہ ہنس پڑی اور ہنستی ہی گئی ایسی خوبصورت اور رعب دار ہنسی جسے سننے کی ہر کوئی تمنا کرے۔وہ تمام بلائیں تھوڑی دیر تو نا سمجھی سے اسے دیکھتی رہیں لیکن پھر گورگن نے غصے

بھری ایک خوفناک چیخ ماری "منہ بند رکھ اپنا۔۔۔۔۔تجھے کیا لگتا ہے یہ سب کر کے تو ہمیں ہرا دے گی۔۔۔۔۔۔ہر گز نہیں" وہ پتھرائی آنکھوں سے اس کے سراپے کو گھورنے لگا۔

اوز گل نے اپنی ہنسی کنٹرول کی اور نہ میں سر ہلا کر گورگن کی آنکھوں میں بغور دیکھا جس سے وہ اڑ کر دور جا گرا۔ پھر اپنی نظروں کا زاویہ بدل کر باقی کی بلاؤں کو دیکھنے لگی اور ہاتھ کو لبوں تک لے جا کر ان پر کچھ پھونکا جس سے وہ اپنی جگہ پر ہی چپک گئیں۔ نساس، شوادھر اور از گرو غیرہ اس سب کے لیے تیار نہ تھے تبھی چنگھاڑتے ہوئے خود کو آزاد کروانے کی تگ ودو کرنے لگے۔ اوز گل اب فضا میں ہی تیرتی ہوئی گورگن کے پاس جانے لگی اس کا لمبا سفید چغہ نما لباس پیچھے کی طرف اڑ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب رک کر اب اسے دیکھے گی جو اوز گل کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا کہ شاید وہ بھی پتھر کی بن جائے لیکن یہ اس کی غلط فہمی تھی۔ اوز گل پر ان

کے کسی جادو اور کسی فریب کا اثر نہیں ہونا تھا۔

"ہمم تو مسٹر مونسٹر کیا کہہ رہے تھے تم کہ یہ بچے گی میرے ساتھ اور میں اسے اپنے جیسا بنا دوں گا ایسی ہی کوئی بات تھی ناں" اوزگل نے ٹھوری پر انگلی رکھ کر سوچتے ہوئے پوچھا۔

"خیر وہ تو نہیں ہو سکا پر اب تم ابدی نیند سونے کے لیے تیار ہو جاؤ اور وہ بھی میرے ہاتھوں" بے تاثر چہرہ لیے وہ سرد سے انداز میں بولی۔

اچانک گورگن نے دھاڑتے ہوئے اپنے سر کو ایک جھٹکا دیا جس کے باعث اس کے سر پر موجود تمام سانپ اڑتے ہوئے اوزگل کی جانب لپک پڑے اس سے پہلے کہ وہ اسے چھوتے، وہ سانپ اوزگل سے دو انچ کے فاصلے پر ہی جل کر بھسم ہو گئے

جن کی راکھ اوز گل کے قدموں میں گر گئی۔اس نے چونک کر دائیں طرف دیکھا جہاں انعام اس کے پاس کھڑا اپنی شعلے برساتی نگاہوں سے گورگن کو گھور رہا تھا۔

"تمھاری ہمت کیسے ہوئی میری کیشیہ کو نقصان پہچانے کی" وہ اس کی گردن دبوچتے ہوئے بولا جو سر پر سانپ نہ ہونے کے باعث کمزور پڑ چکا تھا جبکہ اوز گل مسکرا کر رہ گئی۔

"انعام رکو" اوز گل نے اسے روکا تو انعام اسے اچنبھے سے دیکھنے لگا لیکن اوز گل بغیر کچھ کہے آگے بڑھی اور گورگن کا چہرہ اپنی طرف کر کے اپنی لہو رنگ آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں جھانکا جس سے گورگن کا وجود پتھر ہونے لگا اور ایک منٹ کے اندر وہ مکمل پتھر کا مجسمہ بن گیا۔

"اسے اسی کے انداز میں مارنا ضروری تھا"۔وہ پیچھے ہٹی۔

"چلو کچھ حصہ تمھارے لیے چھوڑ دیا،اب تم اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر سکتے ہو" وہ انعام سے مخاطب ہوئی جس نے ہنس کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

انعام سے بات کرنے کے بعد وہ پیچھے کی جانب پلٹی تو دیکھا کہ باقی کے شیطان اسی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ساتھ ہی صحراء میں ہواؤں کے جھکڑ چلنا شروع ہو گئے۔ اوز گل نے اوپر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جو جامنی اور لال سا ہو رہا تھا"فیصلے کی گھڑی آن پہنچی"زیرِ لب کہا۔

نساس نے جب گورگن کے ٹکڑے ہوتے دیکھے تو پھٹی آواز میں چیخا جس پر اوز گل نے بوریت سے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے"ہے کام ڈاؤن پھٹ کیوں رہے ہو"

وہ مزے سے بولی جیسے سامنے کوئی بلا نہیں بلکہ اس کی کوئی دوست کھڑی ہو۔

اوزگل کی بات پر ازگر اس طرف پھنکارتے ہوئے تیزی سے بڑھا تاکہ اسے اپنی گرفت میں لے سکے پر کہتے ہیں ناں غصے میں عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے پھر چاہے وہ کوئی انسان ہو یا مخلوق کیونکہ جیسے ہی اس نے اپنا جسم اوزگل کے ارد گرد لپیٹنا شروع کیا اسے ایک زبردست کرنٹ لگا اور وہ اڑتا ہوا نساس اور شود ادھر پر جا گرا۔ جھٹکا لگنے سے کچھ خراشیں اوزگل پر بھی آئی تھی لیکن وہ پھر بھی سینے پر بازو لپیٹے انہیں مسکراتی نظروں سے دیکھتی گئی جبکہ تھوڑے ہی فاصلے پر انعام اب چھپکلی نما چڑیلوں سے لڑ رہا تھا جو اچانک ہی کالی پہاڑی سے نکل پڑی تھیں۔ازگر کو واپس سے سنبھلنے میں وقت لگا اور اسی وقت میں شوادھر نے اپنا کام دکھانا شروع کر دیا۔ چلتی ہواؤں سے فائدہ اٹھا کر اس نے موسیقی شروع کر دی جس کی آواز پہلے پہل تو کم رہی لیکن پھر آہستہ آہستہ بڑھتی گئی۔اوزگل نے ضبط سے آنکھیں میچیں کیونکہ

وہ موسیقی اس قدر سحر زدہ تھی کہ کسی کو بھی اپنے بس میں کر لے۔

"کنٹرول کرو اوزگل یہ ایک فریب ہے مت آنا شیطان کے فریب میں" وہ دانتوں کو مضبوطی سے جمائے اپنے دماغ کو سمجھانے لگی اور اپنے کانوں پر مضبوطی سے ہاتھ رکھ لیے۔اس کی یہ حالت دیکھ کے شوادھر نے اپنی موسیقی کو اور بھی تیز کر دیا جس کے باعث اوزگل کے کانوں سے خون رسنا شروع ہو گیا۔

انعام نے جب اوزگل کو تکلیف میں دیکھا تو دور سے ہی آواز لگائی" کیشیہ ہمت کرو اور اپنے حواسوں کو قابو میں رکھو" وہ مزید بولتا جب ایک چڑیل نے پیچھے سے اس پر حملہ کر دیا اور توازن بگڑنے کی وجہ سے وہ نیچے گر پڑا۔عین ممکن تھا کہ وہ چھپکلی نما چڑیل اس کا خون پی جاتی لیکن انعام کے برقت سائڈ پر ہونے سے اس کی جان بچ گئی۔

اوز گل نے اپنے کانوں سے ہاتھ ہٹائے اور غصے سے شوادھر کی جانب بڑھی لیکن سامنے سے ایک بار پھر از گر پھنکارتا ہوا آ گیا اور اپنا غار جیسا منہ کھولے آگ اگلنے لگا۔ کانوں میں ہوتی تکلیف کے باعث اس پر ایک جنون سا طاری تھا تبھی از گر کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اس کا پھن مڑوڑ کر نساس کی طرف اچھال دیا۔ جبکہ از گر کا ہچکولے کھاتا باقی کا جسم دوسری طرف پھینک دیا اور تیزی سے شوادھر کے پاس جا کر بنا وقت ضائع کیے اس کے سینے پر وار کر کے اس کا دل کھینچ نکالا جس وہ سیدھا زمین بوس ہو گیا اور سینے سے نکلتا گندہ خون صحراء کی ریت میں جذب ہونے لگا۔ انعام جو اسی کی جانب بڑھ رہا تھا اوز گل کی یہ وحشت دیکھ کر دنگ رہ گیا اور بادشاہ جو اپنے سپاہیوں سمیت ابھی ہی اس ایریہ میں داخل ہوئے تھے سب کے سب دم سادھے اس ملکہ کا یہ روپ دیکھنے لگے۔ اوز گل اب قدم قدم چلتی نساس کے پاس پہنچی اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر شوادھر کے دل کو اپنے ہاتھوں میں

زور سے بھینچ ڈالا اور اسی دل کو نساس کے منہ پر پھینک دیا۔انعام نے خود کو سنبھالا اور تیزی سے شوادھر کے پاس جا کر اس کے سینگوں کو ایک ایک کر کے توڑنے لگا کیونکہ بھلے وہ ختم ہو چکا تھا لیکن یہ سینگ اب بھی خطرناک تھے۔

نساس کچھ دیر تو یونہی اپنی گھڑے نما آنکھوں سے اوزگل کو گھورتا رہا اور پھر ہنس پڑا "خوشی ہوئی مجھے کہ میرا دشمن جو کہ عنقریب میرا شکار ہونے والا ہے وہ مضبوط ہے" پھٹی ہوئی آواز چاروں طرف گونجی۔

www.novelsclubb.com

"شیطان بہت خوش ہو گا جب تمھاری بلی اسے چڑھائی جائے گی" وہ پھرکی کی طرح اس کے ارد گرد گھومنے لگا۔

"ایک کامل اور مضبوط مسلمان کی بلی ہمیں بہت سی طاقتوں سے نوازے گی"۔وہ

تیزی سے گول گول گھومتے ہوئے اوز گل کو ہیپناٹائز کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"بھول ہے تمھاری" اوز گل چبا چبا کر بولی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر ٹیلے کے قریب موجود بادشاہ نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ چاروں اور سے کالی پہاڑی کا احاطہ کر لیں جبکہ کچھ سپاہیوں کو اپنے پاس ہی روک لیا تھا کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ انعام اور کیشیہ کو ان کی ضرورت نہیں وہ اپنی جنگ خود لڑ سکتے ہیں۔ان کی پر سوچ نگاہ سامنے کے منظر پر جمی تھی جہاں پر انعام شواد ھر کے سینگوں کے ٹکڑے کرنے کے بعد پانی کی صراحی ان پر ڈال رہا تھا تاکہ وہ اسی وقت گل سڑ جائیں۔ جبکہ اس سے کچھ دور کھڑی اوز گل نے اب تیزی سے گھومتے نساس کی گردن کو شکنجے میں لے لیا تھا جسے پکڑنے سے اس کے اپنے ہاتھ پر بھی جلن ہونے لگی جیسے کوئی گرم لوہا پکڑ لیا ہو لیکن اس نے اپنی گرفت مضبوط رکھی۔

"میرے خیال سے تمھیں نہالینا چاہیے نہ جانے کتنے صدیوں سے گندے ہو"
اوزگل نے اسے گھورتے ہوئے معصومیت بھرے لہجے میں کہا جس کا مطلب سمجھ آنے پر وہ چنگھاڑا اور خود کو چھڑانے لگا۔

"اووووہی سوچ رہے ہوناں کہ میں اس آدم زادی کے چنگل میں کیسے پھنس گیا کیونکہ کچھ دیر پہلے تک تو تم میری بلی دینے کی باتیں کر رہے تھے اور اب اس کا یا پلٹ پر یقیناً تمھیں رونا آرہا ہوگا" اسکی مدھر ہنسی صحراء میں بکھرنے لگی۔انعام بھی اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا اور سپاٹ نظروں سے نساس کو دیکھنے لگا۔اوزگل نے اب اپنی نگاہوں کا زاویہ زمین کی طرف کیا جہاں کچھ لمحوں بعد صحراء کی ریت سے پانی کے بلبلے نکلنے لگے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک تالاب وجود میں آگیا۔

"تیار ہو جاؤ اپنے نئے سفر پر جانے کے لیے" اوز گل نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا جس کی بات سن کر وہ شیطانیت سے ہنسنے لگا" ہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔میں بھلے فنا ہو جاؤں گا لیکن تمھارا جو نقصان ہو گا اسے تم زندگی بھر نہیں بھول پاؤ گی" وہ کریہہ آواز میں بولا جس پر اوز گل نے ایک جھٹکے سے اسے پانی کی طرف اچھال دیا۔تالاب میں گرتے ہی پورا صحراء اس کی غیر انسانی چیخوں سے گونج اٹھا اور ایک طوفان سا برپا ہو گیا۔ تمام سپاہی جو وہاں موجود تھے ان پر چھوٹی چھوٹی مکڑیاں حملہ آور ہو گئی جو نہ جانے اچانک کہاں سے نمودار ہو گئی تھی اور بادشاہ پریشانی سے یہاں وہاں دیکھنے لگے جدھر مکڑیاں ان کے سپاہیوں سے چمٹی ہوئی تھی جن کی تعداد شاید ہزاروں میں تھی۔ بادشاہ نے جلد ہی آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔

اور یہاں پہاڑی کے قریب موجود تالاب میں نساس تڑپتے ہوئے پگھلتا جا رہا تھا فضا

میں عجیب سے بدبو پھیل چکی تھی۔اوز گل ہر چیز سے بے نیاز اس بلا کو خالی نظروں سے فنا ہوتا ہوا دیکھ رہے تھی جب کسی احساس کے تحت اس نے گردن موڑی اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔وہ جلدی سے انعام کی طرف بڑھی جس کے پیچھے ایک دیو ہیکل کالی مکڑی کھڑی تھی اور جس نے اپنی نوکیلی ٹانگ انعام کی پیٹھ میں گھسادی جو سیدھا اس کے دل میں جا کر لگی اور سینے کی طرف سے باہر نکلی۔ لمحوں کا کھیل تھا جس نے سب کچھ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔انعام ایک دم سے زمین پر گرا۔

www.novelsclubb.com

"انعام۔۔۔۔۔انعام تم ٹھیک ہو؟دیکھو تمھیں کچھ نہیں ہو سکتا"اوز گل نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے پوچھنے لگی۔انعام بنا کچھ کہے سامنے دیکھنے لگا جدھر وہ مکڑی اب اوز گل پر حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھ رہی تھی لیکن انعام کے ہوتے ہوئے کیشیہ پر کوئی چوٹ آئے بھلا ایسا ہو سکتا ہے

کیا۔

مکڑی کے حملہ کرنے سے پہلے ہی انعام کی آگ رنگ آنکھوں سے شعلے اس تیزی سے نکلے کہ اس دیو ہیکل مکڑی کے جسم کو آگ نے پکڑ لیا اور اس کے چیتھڑے دور دور تک بکھر گئے۔ مکڑی کے جسم کو آگ لگتے ہی سپاہیوں کے جسموں سے چمٹی چھوٹی مکڑیاں بھی ایک دم سے غائب ہو گئیں۔ جس پر بادشاہ نے آنکھیں کھولیں اور اپنے سپاہیوں کو صحیح سلامت دیکھ کر انہیں بھی تعجب ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا۔ لیکن جلد ہی ان کی توجہ اوزگل کی چیخوں نے کھینچی بادشاہ ٹیلے کی اوٹ سے نکلے اور سامنے دیکھا جہاں وہ انعام کے پاس بیٹھی اس کے سینے پر ہاتھ رکھے خون روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

بادشاہ ایک دم لڑکھڑائے جس پر ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھالا۔

"یہ۔۔۔۔۔یہ آخر کیسے ہوا؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ اب بھاگتے ہوئے فاصلہ طے کر کے ان دونوں کے قریب پہنچے اور نیچے بیٹھ کر اپنے عزیز از جان بیٹے کا ہاتھ مضبوطی سے تھاما اور کہنے لگے "انعام میرے بچے ہمت کرو ہم تمھیں بچا لیں گے "ان کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"انعام آنکھیں بند مت کرنا دیکھو ادھر مجھے دیکھو میں تمھاری آنکھوں میں دیکھنا چاہتی ہوں "اوز گل بچوں کی طرح روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

انعام نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا

"کیشیہ۔۔۔۔۔۔میں نے تمھیں ہمیشہ سے چاہا ہے۔۔۔۔تم اس صحرائی مخلوق کا عشش عشق ہو۔۔۔۔۔وعدہ کرو۔۔۔۔۔وعدہ کرو مجھ سے کہ تم کبھی کمزور نہیں پڑو گی۔۔۔۔۔الفاظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے منہ سے ادا ہو رہے تھے اوز گل اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شدت سے رو دی۔

انعام نے اب چہرہ باپ کی طرف موڑا جو اپنے اکلوتے بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر صدیوں کے بیمار معلوم ہو رہے تھے۔آنسوں لڑیوں کی مانند ان کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

"نن نہیں بابا جان روئیں مت۔۔۔۔۔۔آپ کو فخر کرنا چاہیے اپنے بیٹے پر کہ وہ اس جنگ میں ہارا نہیں بلکہ جیتا ہے" بادشاہ نے جلدی سے جھک کر اس کا ماتھا چوما۔

www.novelsclubb.com

"انعام نہیں پلیز مت جاؤ ابھی تو میں نے تمھیں جی بھر کر دیکھا تک نہیں اور تم جدا ہو رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔انعام میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔۔بے وفا نکلے تم" اوزگل اس دل والے مقام پر سر رکھ کر روتے ہوئے شکوہ کرنے لگی وہ زخمی سا مسکرا دیا۔

"بابا۔۔۔ کیشیہ۔۔۔۔میرے جانے کا وقت آگیا ہے مجھے اجازت دیں"اس نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

"انعام رک جاؤ میں تمھیں حکم دیتا ہوں رک جاؤ" بادشاہ نے نم آواز میں کہا لیکن وہ جا چکا تھا۔انعام جو اس صحراء کی سب سے خوبصورت مخلوق تھا ان سب کو چھوڑ کر ابدی نیند سو چکا تھا۔

www.novelsclubb.com

اوزگل نے جب محسوس کیا کہ اس کی دھڑکنیں رک گئیں ہیں تو ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔اس کے چہرے پر جابجا انعام کا خون لگا ہوا تھا۔وہ ساکت نظروں سے انعام کو دیکھے گئی اور اٹھ کر نہ میں سر ہلاتے قدم قدم پیچھے ہٹنے لگی۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کے وجود سے نظریں ہٹا کر اس صحراء کی ملکہ کو دیکھا جو بکھری حالت میں دور ہوتی

جارہی تھی اور پھر کرب سے آنکھیں بند کر لیں جبکہ اوزگل اب تیورا کر نیچے گر پڑی۔

اور آج یہ صحراء پیار کی ایک دردناک داستان کا بھی گواہ بن گیا۔ آسمان پر موجود تارے اور صحرائی ریت کے ننھے ننھے ذرے بھی ان دو لوگوں کی لاحاصل محبت پر رو پڑے۔ کیشیہ ان بلاؤں سے تو جیت گئی لیکن اپنے شہزادے کو ہار گئی۔

www.novelsclubb.com

پانچ دن بعد:

علیکی عیون

(تمھاری آنکھیں)

لابتنافق ولا بتخون

(کہ جہاں نہ دھوکا ہے نہ منافقت)

وفیہا من الامان مخزون

(جہاں سکون محفوظ ہے)

وفیہا من الجمال اسرار

(اور جہاں خوبصورتی کے راز ہیں)

علیکی کلام

(تمھاری باتیں)

www.novelsclubb.com

يمشي الحزن وا بقي بتمام

(جو میرے سارے غم بھلا دیتی ہے)

يطمن قلبي يرجع خام

(جو میرے دل کو لوٹنے پر پھر سے مطمئن کرتی ہے)

فاكون أناو أنتي كالاطفال

(جو ہمیں بچپن کے دور میں کے جاتی ہے)

اوزگل کے کانوں میں ایک مانوس سی گمبھیر آواز گونجی۔ قطرہ قطرہ الفاظ اسکے

www.novelsclubb.com

کانوں کے زریعے دماغ میں گھر کرنے لگے۔اس نے آنکھیں کھولنی چاہی پر یوں لگا جیسے اس کی آنکھوں پر کوئی بھاری سل رکھ دی گئی ہو۔اس کا دماغ آہستہ آہستہ بیدار ہو رہا تھا وہ اپنے جسم کو جنبش دینے لگی۔اب کے وہی جانی پہنچانی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تو اس کا دماغ مکمل جاگ گیا"انعام۔۔۔۔۔۔۔انعام"لبوں سے ایک ہی صدا نکلی۔

اوزگل نے اپنی پلکوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی کوشش کی اور پھر جلد ہی وہ اس میں کامیاب ہو گئی۔آنکھیں کھول کر اس نے اوپر چمکتے فانوس کو دیکھا۔کچھ سمجھنے کی کوشش کی"یہ اس کا کمرہ تو نہیں ہے"دل میں کہا اور پھر لیٹے لیٹے ہی گردن موڑ کر اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔یہ محل کا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک خوبصورت پلنگ پڑا تھا جہاں اوزگل اس وقت لیٹی تھی نرم سے لحاف نے اس کے باقی کے وجود کو ڈھک رکھا تھا۔پلنگ کے اوپر ہی وہ چمکتا ہوا فانوس تھا جو پورے کمرے میں اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔کمرے کی دائیں جانب بڑی سی بالکنی تھی جس

کے پٹ اس وقت بند تھے جبکہ دوسری جانب ایک بڑی سی کھڑکی جس کے ریشمی پردے ہوا سے لہرا رہے تھے اور باہر آسمان پر باریک سا چاند واضح دکھائی دے رہا تھا۔ کھڑکی کے ساتھ ہی نیچے شاہی طرز کے دو صوفے پڑے تھے۔اوزگل نے اب اٹھنے کی کوشش کی لیکن سر میں اٹھتی شدید ٹیس کے باعث وہ کراہ کر رہ گئی اور پھر درد کے احساس نے ہی دھیرے دھیرے اسے سب یاد دلا دیا۔

"انعام تم یہیں ہو ناں۔۔۔۔انعام دیکھو میرے سامنے آجاؤ میں تمھاری خوشبو محسوس کر سکتی ہوں بلکہ میں نے ابھی تمھاری آواز بھی سنی ہے" وہ بے بسی سے یہاں وہاں دیکھتے ہوئے بولی۔

"انعام بس کر دو یہ چھپن چھپائی کا کھیل" دو موٹے موٹے آنسو اس کے گالوں پر پھسل گئے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"انعاممممم" وہ شدت سے چیخی جس کے باعث کمرے کا دروازہ کھلا اور حکیم سمیت بادشاہ سلامت اندر داخل ہوئے۔ بادشاہ نے قریب آکر اوزگل کو شانوں سے پکڑا اور تسلی دینے لگے۔ان کے چہرے پر موجود غم کی چھاپ کو دیکھ کر اوزگل کو اپنا دل بند ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

"کہاں ہے انعام۔۔۔۔۔۔وہ چلا کیوں گیا۔۔۔۔۔کیوں مجھے اکیلا چھوڑ دیا" اوزگل اپنے آپ کو ان سے چھڑاتے ہوئے رونے لگی۔پاس کھڑے حکیم صاحب اس کی حالت دیکھ کر اپنی پوٹلی میں کچھ ڈھونڈنے لگے۔

"ہمت سے کام لو میری بچی سب کا وقت مقرر ہے کوئی بھی ہمشیہ کے لیے نہیں آتا" انہوں نے نرمی سے اوزگل کو سمجھایا حالانکہ وہ خود انعام کی جدائی سے ٹوٹ

چکے لیکن ان میں سے کسی تو سنبھلنا تھا۔

اوزگل جو ہمیشہ مثبت باتیں کرتی تھی، جو ہمیشہ ہمت اور صبر سے کام لیا کرتی تھی آج اسے یہ باتیں کسی نشتر کی مانند اپنے وجود میں چبھتی ہوئی محسوس ہوئی "میری زندگی تو اسی کے ساتھ جڑی تھی میں کیوں بچ گئی مجھے بھی چلے جانا چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔والدین کی جدائی تو برداشت کر لی تھی پر اب ایک اور جدائی کیسے جھیلوں گی میں" وہ متورم آنکھوں سے بادشاہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

www.novelsclubb.com

بادشاہ نے کچھ بھی کہے بغیر اس کا سر تھپکا اور پھر حکیم کے اشارے پر ایک بوتل لے کر اوزگل کی ناک کے قریب کر دی جسے اس نے جلدی سے جھٹکا لیکن صحرائی جڑی بوٹی تیزی سے اپنا اثر دکھا چکی تھی تبھی تھوڑی دیر بعد وہ غنودگی میں چلی گئی۔ بادشاہ نے اسے ٹھیک سے لٹایا اور لحاف درست کر کے اس کے مرجھائے ہوئے

چہرے کو دیکھنے لگے جو انعام کی جدائی سے زرد پڑ چکا تھا۔انہیں نئے سرے تکلیف ہوئی۔وہ اپنے بیٹے کی محبت کو اس حالت میں کیسے دیکھ سکتے تھے اگر ابھی یہاں انعام ہوتا تو نہ جانے اوزگل کی اس حالت پر کیا کر بیٹھتا۔یہ بچی انہیں اپنے بیٹے جیسی عزیز تھی اور اب ان کی دلی خواہش تھی کہ اوزگل واپس سے پہلی جیسی ہو جائے۔

ایک گہری سانس کھینچ کر انہوں نے اس سے نظریں ہٹا کر کمرے کا جائزہ لیا جو کہ انعام کا تھا اور جہاں اس کی خوشبو کونے کونے میں پھیلی ہوئی تھی۔پھر سامنے پلنگ کے اوپر لگی انعام کی تصویر کو دیکھنے لگے جسے اب تک اوزگل نہیں دیکھ پائی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تو آخر تم بھی اپنی ماں کے پاس چلے گئے اور اپنے اس بوڑھے باپ کو اکیلا چھوڑ دیا"اس کی تصویر کو پیار سے تکتے ہوئے دل ہی دل میں شکوہ کیا۔

اوزگل کو جب ہوش آیا تو ایک دن اور بیت چکا تھا۔اس نے بھاری ہوتے سر کے

ساتھ بوڑھے حکیم کو دیکھا جو اس کا معائنہ کرنے کے بعد اب اپنی جڑیں بوٹیوں اور چیزوں کو واپس رکھ رہے تھے۔پوٹلی میں سے کچھ پودے جھانک کو اوز گل کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے جب اوز گل انہی دیکھتی تو جلدی سے واپس چھپ جاتے اور اس کی نظر ہٹنے پر پھر سے اسے دیکھنے لگتے۔

"ہمیں اجازت دیں ملکہ اب آپ بلکل ٹھیک ہیں" حکیم نے جانے کی اجازت چاہی جس پر اوز گل نے اثبات میں سر ہلا کر ان کا شکریہ ادا کیا۔

"مجھے کتنے دن بعد ہوش آیا ہے" بادشاہ کے کمرے میں داخل ہونے پر اس نے پوچھا۔

"تقریباً چھ دن بعد اور میں امید کرتا ہوں کہ اب تم دوبارہ اس دنیا سے بیگانہ نہیں ہو گی" جس پر اوز گل تلخی سے مسکرا دی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد وہ بولی "مجھے انعام کی قبر پر جانا ہے "آنسوؤں کا گولہ سا اس کے گلے میں پھنسا اور اسے بولنے میں دقت ہوئی۔

بادشاہ نے کچھ بھی کہے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا اور اسے ساتھ لیے چل پڑے۔ محل سے باہر نکل کر انہوں نے اوزگل کو ایک بگھی میں بیٹھنے اشارہ کیا اور خود بھی بیٹھ گئے۔پندرہ منٹ کی مسافت کے بعد وہ لوگ ایک مقبرے پہنچے جہاں پر شاہی خاندان کے افراد سپرد خاک تھے۔شہر ویراں میں داخل ہو کر اوزگل بادشاہ کی پیروی میں قدم قدم چلتی ایک جانب کو آئی اور پھر ایک قبر کے پاس رک گئی۔ ریتیلی قبر سفید پھولوں سے ڈھکی تھی یہی انعام کی آخری آرام گاہ تھی۔اوزگل دو زانوں ہو کر بیٹھی اور قبر پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرنے لگی۔آنسوں ایک بار پھر پلکوں کی بار توڑ کر نکل پڑے اور انعام کی قبر پر گرنے لگے۔کتنے ہی لمحے بیت گئے جب بادشاہ کی آواز پر وہ ہوش میں آئی جو اسے واپس چلنے کا اشارہ کر رہے تھے کیونکہ ان

میں مزید سکت نہیں تھی کہ اپنے بیٹے کو ریت تلے سو یا دیکھ سکیں۔

واپسی پر بادشاہ نے اسے کہا کہ قبیلے کے لوگ تم سے ملنا چاہتے ہیں جس پر وہ ایک گہری سانس لے کر ہونٹ کاٹنے لگی اور پھر دھیرے سے جواب دیا "ٹھیک ہے میں تیار ہوں"۔

محل واپس آنے کے بعد وہ بادشاہ کے ہمراہ ہی ایک جانب کو بڑھی۔ بالکنی جیسی جگہ پر پہنچ کر وہ رک گئے۔اوزگل نے زرا سا آگے ہو کر نیچے دیکھا جہاں نیچے کھلے میدان میں پورا کیش قبیلہ موجود تھا اور اس کو دیکھتے ہی سلامتی بھیجنے لگا۔اوزگل نے ہولے سے مسکرا کر سر ہلایا اور پھر ایک ایک کی بات سننے لگی۔ تقریباً گھنٹہ بھر کی اس ملاقات میں اس نے بہت سے لوگوں کے جواب دیے اور پھر انہیں خدا حافظ کہہ کر واپس اپنے کمرے میں آ گئی جہاں داخل ہوتے ہی اس کی نظر سامنے

دیوار پر موجود انعام کی بڑی سی تصویر پر پڑی۔اوز گل کے دل نے ایک بیٹ مس کی اور قدم وہیں منجمد ہو گئے۔کتنے ہی پل تو وہ یک ٹک اس تصویر کو دیکھتی گئی اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اس کے قریب آ گئی۔

"اب کون مجھے کیشیہ بلائے گا، کون ہر پل میرے ساتھ رہے گا، کون مجھے شاعری سنائے گا" وہ اس کی تصویر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مخاطب تھی۔

"انعام تمھاری ملکہ کمزور پڑ چکی ہے" آنکھوں میں جمع ہوتے آنسوؤں کے باعث اس کی تصویر دھندلی پڑ گئی۔اوز گل نے بے دردی سے آنکھوں کو صاف کیا اور پھر مڑ کر بادشاہ سے بولی جو وہیں دروازے کے قریب کھڑے اسے اداسی سے دیکھ رہے تھے۔

"مجھے واپس جانا ہے ابھی اور اسی وقت" وہ اٹل لہجے میں بولی جس پر بادشاہ نے آنکھیں بند کیں اور سر ہلا دیا "ٹھیک ہے"۔ وہ جانتے تھے جلد یا بدیر اوز گل اپنی دنیا میں واپس چلی جائے گی اور وہ چاہ کر بھی اسے روک نہیں پائیں گے۔

بادشاہ نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور گول کمرے میں آ گئے۔ یہاں پر انہوں نے اوز گل کو کمرے کے وسط میں کھڑے ہونے کو کہا اور پھر اپنی آنکھیں بند کر کے زیر لب کچھ پڑھنے لگے۔ پانچ منٹ بعد انہوں نے آنکھیں کھولیں اور ایک پھونک اوز گل پر ماری "الوداع کیشیہ اور شکریہ اس صحراء کو شیطانوں سے بچانے کے لیے ہم تاعمر تمھارے شکر گزار رہیں گے۔۔۔۔۔۔ تم ملکہ ہو اس صحراء کی اسلیے جب بھی آنا چاہو بس ہمیں ایک آواز دینا۔۔۔۔۔ جاؤ اب خدا تمھاری حفاظت کرے" بادشاہ نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اسے الوداع کہا۔ اوز گل بھاگ کر ان کے گلے لگ گئی بادشاہ نے اس کا سر تھپکا۔ اس نے جلدی سے

خود کو سنبھالا اور اسی جگہ پر آئی جہاں اب ریت کا گولہ بن رہا تھا۔ وہ اس کی بیچ کھڑی ہو گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں سے غائب ہو گئی۔ جب وہ اپنے ماموں کے گھر والے کمرے میں نمودار ہوئی تو وہاں بیڈ کے کنارے بیٹھی اپنی ہم شکل کو دیکھ اسے اچنبھا ہوا۔

"اوہ ملکہ کیشیہ آپ واپس آ گئیں خوش آمدید" اس ہم شکل نے جلدی سے اٹھ کر اسے تعظیم پیش کی۔

www.novelsclubb.com

اوزگل نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔ اس کے تاثرات سمجھ کر وہ لڑکی دوبارہ گویا ہوئی "شہزادہ انعام نے آپ کے غائب ہونے کے بعد مجھے آپ کی شکل اختیار کر کے یہاں آنے کا حکم دیا تھا تاکہ آپ کے گھر والوں کو کوئی شک نہ ہو بس اسی لیے میں یہاں موجود ہوں" اس نے وضاحت دی۔

اوز گل نے سر ہلایا جبکہ وہ کہنے لگی "ملکہ اب مجھے اجازت دیں" اور غائب ہونے سے پہلے ایک بار پھر بولی "ویسے آپ کی یہ ممانی بہت بدلحاظ خاتون ہے پر میں نے بھی انہیں نانی یاد دلوادی" وہ ہنس پڑی اور پھر جلدی سے ہوا میں تحلیل ہو گئ۔

اوز گل ایک گہری سانس کھینچ کر کھڑکی کے پاس گئ اور نیچے بھاگتی دوڑتی زندگی کو دیکھنے لگی۔ ہر کوئی اپنے اپنے کاموں میں مگن یہاں وہاں جا رہا تھا۔ اس نے کھڑکی سے زرا سا سر نکال کر دائیں طرف بنے پارک کو دیکھا۔ کچھ لوگ ٹریک پر واک کر رہے تھے تو کہیں بچے جھولے لے رہے تھے۔ وہ اپنی آنکھوں کو فوکس کیے ان سب کو غور سے دیکھتی رہی اور پھر اچانک سے پلٹ کر کمرے سے باہر نکلنے لگی ابھی اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا جب اسے اپنے ارد گرد انعام کی آواز سنائی دینے لگی۔ اس کی سرگوشیاں، اس کا اظہار، اس کی شاعری اس کا پیار سے

نام لینا۔اوز گل کے سر میں ایک بار پھر شدید سر درد اٹھا اور وہ غش کھا کر وہیں گر گئی۔

آدھے گھنٹے بعد جب فروہ نے دروازہ ٹھیک سے نہ کھلنے کے باعث اندر جھانکا تو اوز گل کو یوں بے سدھ پڑا دیکھ کر اس کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی جس پر پورا گھر وہاں جمع ہو گیا۔ماموں نے جب اپنی بھانجی کو اس حالت میں دیکھا تو جلدی سے اسے اٹھا کر باہر کی جانب بھاگے اور ممانی ایک طرف کو کھڑی منہ پر ہاتھ رکھے اس سیچویشن کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔ماموں کے ساتھ ہی مجیب اور حسیب بھی گھر سے نکلے۔مجیب نے جلدی گاڑی کو پارکنگ سے نکال کر بلڈنگ کے سامنے روکا جبکہ حسیب نے آگے بڑھ کر پیچھے کا دروازہ کھولا جہاں ماموں نے اوز گل کو لٹایا اور خود بھی بیٹھ کر اس کا سر گود میں رکھ لیا۔حسیب بھی فوراً آگے والی سیٹ پر بیٹھا اور پھر بنا دیر کیے وہ ہاسپٹل کی جانب بڑھ گئے۔سارے راستے ماموں اوز گل کے ہاتھ مسلتے رہے اور اسے ہوش میں لانے کی کوششیں کرتے رہے۔پریشانی ان کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہرانگ سے ٹپک رہی تھی۔ہاسپٹل پہنچنے کے بعدان سب نے جلدی سے اوزگل کو سٹریچر پر لٹایااور ایمرجنسی وارڈ میں لے گئے جہاں اوزگل کو اندر لے جایا گیااور وہ تینوں باہر رک کر انتظار کرنے لگے۔

"ایسے اچانک سے اوزگل کو کیا ہو گیا صبح تک تو بلکل ٹھیک تھی"حسیب کی حیرت اب تک برقرار تھی۔

"اور ڈیڈ اس کے چہرے پر کچھ نشان بھی تھے جیسے چوٹیں لگی ہوں پر وہ مندمل ہو گئی ہوں"حسیب نے ایک اور نقطہ اٹھایا۔خورشید ماموں تو دروازے سے لگے کھڑے تھے وہ اپنی پیاری بھانجی کو اس حال میں دیکھ کر ہی شاک میں چلے گئے تھے جبکہ مجیب نے ایک جھٹکے سے حسیب کو دیکھا جو بدستور بولے جا رہا تھا مجیب نے کوئی جواب نہ دیا اور سوچنے لگا کہ "کچھ تو گڑبڑ ہوئی ہے پر یہ لڑکی بتائے گی نہیں"۔

وہ اب چلتا ہوا خورشید صاحب کے پاس آ گیا اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں بولا "ڈیڈ وہ ٹھیک ہو گی آپ ایسے خود کو ہلکان مت کریں۔۔۔۔۔ آئیں ادھر بیٹھ جائیں"۔

"نہیں جب تک میری بچی کو ہوش نہیں آ جاتا میں یہاں سے ایک قدم بھی نہیں ہلوں گا" ماموں نے اپنے کندھے سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

www.novelsclubb.com

"ڈیڈ بچوں جیسی باتیں مت کریں اوز گل بہت سٹرونگ ہے دیکھنا ابھی ہوش میں آ جائے گی" حسیب انہیں کندھوں سے پکڑ کر زبردستی بینچ تک لایا۔

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔۔۔۔۔۔اپنی بہن کو تو کھو چکا ہوں لیکن اس کی نشانی کو

نہیں کھونا چاہتا" ماموں دروازے کو دیکھتے ہوئے زخمی لہجے میں بولے۔

تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر نے باہر نکل کر اطلاع دی کہ ان کی پیشنٹ اب ٹھیک ہے اور وہ گھنٹے بعد اسے ڈسچارج کر دیں گے۔

"اوزگل کیا ہوا تھا ڈاکٹر؟" مجیب نے ان کے سامنے جا کر پوچھا جو اپنا سٹیتھوسکوپ اب گلے سے نکال رہے تھے۔

"بچی کو کسی چیز کا شدید صدمہ لگا ہے، چند روز قبل بھی انہیں نروس بریک ڈاؤن ہو چکا ہے آپ لوگوں کو احتیاط کرنی چاہیے، ویسے تو ان کا مدافعتی نظام کافی مضبوط ہے لیکن پھر بھی ایسے کوئی بات ان کے سامنے نہ کریں جو ان کی صحت پر اثر انداز ہو" ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہا لیکن مجیب تو ان کے الفاظ پر ششدر رہ گیا۔

"پہلے بھی۔۔۔۔۔۔۔پہلے کب ہوا؟؟"مجیب ڈاکٹر کو دور جاتا دیکھ کر خود سے بولا جبکہ ماموں اور حسیب اندر اوز گل کے پاس چلے گئے تھے تبھی وہ یہ گفتگو نہ سن سکے اور ایک طرح سے اچھا ہی ہوا ورنہ میں ڈیڈ کو کیسے مطمئن کرتا وہ سوچنے لگا۔

اوز گل جلد ہی ہوش کی دنیا میں لوٹ آئی اور اس دفعہ خود کو ہسپتال کے سفید کمرے میں پا کر اسے کوئی حیرت نہ ہوئی۔"اب تو شاید یہی ہسپتال میرا مسکن بننے والا ہے"دکھ سے سوچا۔

www.novelsclubb.com

"اٹھ گیا میرا بچہ "خورشید ماموں جو کمرے کے کونے میں پڑے صوفے پر بیٹھے تھے اٹھ کر اس کے پاس آئے۔اوز گل نے انہیں دیکھا اور پھر ان کے پیچھے جھانکا جہاں حسیب چہرے پر دوستانہ مسکراہٹ سجائے کھڑا تھا۔اسے احساس ہی نہ ہوا کہ کمرے میں اسکے علاوہ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔

"اب کیسا فیل کر رہی ہو" ماموں نے پیار سے پوچھا۔

"الحمدللہ میں ٹھیک ہوں" اس نے مسکرا کر جواب دیا تاکہ ماموں کو تسلی ہو جائے۔ اتنے میں مجیب بھی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور اوز گل کے پاس آ کر اس کا حال چال پوچھا جس کا اس نے وہی سابقہ جواب دیا۔ مجیب نے غور کیا کہ یہ وہ اوز گل نہیں جسے وہ اب تک دیکھتا آیا تھا بلکہ یہ تو کوئی زمانوں کی بیمار لڑکی لگ رہی ہے۔

www.novelsclubb.com

"ماموں مجھے پاکستان جانا ہے" کچھ لمحے چپ رہنے کے بعد اوز گل نے ان سب پر بم پھوڑا۔ حسیب نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ پاگل ہو گئی ہے۔

"پر بیٹا کیا ہوا ہے؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا" ماموں نے پریشانی سے پوچھا۔ جبکہ مجیب کو اندازہ تھا کہ وہ کوئی الٹی سیدھی بات کرے گی اسلیے وہ نفی میں سر ہلاتا باہر نکل گیا۔

"آہ ماموں کچھ نہیں بلکہ بہت کچھ ہوا ہے، میری پوری زندگی بدل کر رہ گئی ہے" وہ دل میں بڑبڑائی لیکن بظاہر نارمل جواب دیا" کچھ نہیں ہوا بس مجھے دادا دادی کے پاس جانا ہے"۔

www.novelsclubb.com

"اوہ تو اوز گل میڈم کو بھی کسی کی یاد آتی ہے" حسیب نے ماحول میں گھلی پریشانی کو ختم کرنے کے لیے اسے چھیڑا وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

"لیکن بچے ابھی تو تمھاری طبیعت بھی نہیں سنبھلی ایسے کیسے تمھیں اکیلے جانے

دوں۔۔۔۔۔۔مراد صاحب کیا سوچیں گے کہ میری پوتی کو بیمار کر کے بھیج دیا"

ماموں کسی طور مطمئن نہیں ہو رہے تھے جس پر اوز گل اٹھ کر بیٹھ گئی اور لہجے کو ہشاش بشاش کرتے ہوئے انہیں قائل کرنے لگی۔ جسے دیکھ کر حسیب ہنسنے لگا اور ماموں بچارے اس کی خوشی کی خاطر مان گئے۔

اور پھر ٹھیک دو دنوں بعد یعنی آج اوز گل کی واپسی کی فلائٹ تھی۔ یہ دو دن اس نے جس طرح سے گزارے تھے وہی جانتی تھی۔ ممانی کی چبھتی نظروں، ماموں کی شفقت اور کزنز کے دیکھ بھال نے اسے زندگی کی طرف لوٹایا تو نہیں تھا لیکن پھر بھی وقتی طور پر سنبھال لیا تھا۔ فلائٹ کا اعلان ہوتے ہی وہ سب سے باری باری ملی۔ ماموں نے اسے ڈھیروں دعاؤں سے نوازا جبکہ ممانی نے بس اسے ہلکا سا گلے لگایا۔

حسیب نے الوداع کہہ کر اس کے گال کھینچے اور اوز گل کا پرس کھول کر چاکلیٹ کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ڈبہ اس میں ڈال دیا۔"یہ تمھارے بھائی کی طرف سے ہمیشہ خوش رہنا ہم جلد آئیں گے"۔

فروہ آنکھوں میں آنسوں بھرے زور سے اس کے گلے لگی"میں سچ میں تمھیں بہت مس کروں گی"۔

"میں بھی"اوزگل نے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے نرمی سے جواب دیا۔وہ دونوں الگ ہوئیں تو مجیب گلا کھنکھار کر آگے بڑھا۔

"دیکھو میں نہیں جانتا تمھارے ساتھ کیا ہوا ہے پر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ جس اوزگل کو ہم سب نے دیکھا تھا وہ ایسی نہ تھی"اوزگل نے اس کی بات پر نظریں دوسری طرف پھیر لیں۔

"زندگی ایک دفعہ ملتی ہے جسے کھل کے جینا چاہیے اور میں یہی مشورہ دوں گا تمھیں کہ جیو" مجیب نے اپنی بات ختم کر کے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر وہ سب واپس پلٹ گئے۔

وہ جہاز میں بیٹھی کھڑکی سے سر ٹکائے سفید بادلوں کو دیکھ رہی تھی اور اپنی زندگی کے گزرے ایام کو یاد کر رہی تھی۔ جب اس کے کانوں نے ایک بار پھر اپنے نام کی سرگوشی سنی۔ دل میں ایک عجیب سا درد اٹھا جس کو ضبط کرنے کے لیے اوزگل نے اپنی آنکھیں میچ لیں یہ آواز اب اکثر اسے سنائی دیتی تھی۔ اوزگل نہیں جانتی تھی کہ وہ انعام کی محبت میں اس قدر ڈوب جائے گی کہ اس کے بغیر سانس لینا تک دشوار ہو جائے گا۔ ہر لمحہ اس کی یاد ستائے گی۔ اور اس کی سرگوشیاں ہر سو سنائی دیں گی۔ پر ابھی بھی اسے جینا تھا اپنے لیے نہیں تو ان کے لیے جو اس سے محبت کرتے

تھے جن کے لیے وہ ضروری تھی۔

لینڈ نگ کے بعد اس نے اپنا سامان اٹھایا اور سست روئی سے چلتی ائیر پورٹ کے داخلی دروازے کی طرف بڑھنے لگی جہاں اس کے پیارے اس کے منتظر تھے۔

اوزگل کو جب دادا جان کا مسکراتا چہرہ نظر آیا تو وہ بھاگ کر ان کی آغوش میں چھپ گئی۔ مراد صاحب اپنی پوتی کے اس جذباتی پن پر حق دق رہ گئے جو زندگی میں پہلی بار اس قسم کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

"یہ مس سڑیل مس جذباتی کب سے بن گئی؟" مراد صاحب نے اسے چھیڑا۔ ان کی بات سن کر اوزگل کو رونا آیا لیکن وہ لب بھینچے دادا کے سینے سے لگی رہی۔

"کیا ہو گیا ہے مراد صاحب میری بچی اتنے وقت بعد آئی اب کیا گلے بھی نہ لگے" ارمینہ بیگم نے اوزگل کو اب اپنے قریب کیا۔

"وے کڑیے ساڈے نال وی گلے شلے مل لے" سعدیہ نے کمر پر ہاتھ ٹکائے شکوہ کیا۔

"کوئی حال نہیں تمھارا سعدیہ" اوز گل ہنستے اس سے ملی۔

"ارے بھئی مجھے بھی تو لفٹ کرواؤ میں کوئی ایڈاپٹڈ دوست تھوڑی ہوں" سعد اوز گل کا بیگ گھسیٹتے ہوئے قریب آیا جو وہ دادا کو دیکھ کر وہیں پھینک آئی تھی۔

"ہاں ایسے تم کوئی شہزادہ گلفام ہو جس کے محفل میں نہ ہونے سے ہم اداس ہو جائیں" مراد صاحب نے سعد کو لتاڑا۔

"اللہ میرے "اوز گل ان کی باتوں پر آنکھیں گھما کر رہ گئی اور پھر کچھ ہی دیر میں سب نے ہنستے مسکراتے گھر کی راہ لی۔

مراد صاحب نے نوٹس کیا تھا کہ اوز گل جب سے واپس آئی ہے بدلی بدلی سی ہے اسے آئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا۔پر نہ ہی پہلے کی طرح انہیں تنگ کرتی ہے اور نہ کسی سے لڑتی جھگڑتی ہے بس خاموش سی ایک جانب کو بیٹھی خلا میں گھورتی رہتی ہے۔ انہوں نے جب اپنی شریک حیات سے یہ بات شیئر کی تو وہ ڈر ہی گئیں اور کہنے لگی "ہائے مراد صاحب اپنی اوز گل پر کہیں سایہ تو نہیں ہو گیا" وہ اب کن اکھیوں سے باہر لان میں بیٹھی اوز گل کی حرکات و سکنات کا جائزہ لینے لگی پر انہیں کیا خبر تھی کہ ان کی پوتی پر اور کسی چیز کا نہیں بلکہ محبت کا سایہ ہو گیا ہے۔

"شاید اوز گل اپنے والدین کو یاد کر رہی ہے کیونکہ وہ جہاں سے ہو کے آئی ہے وہ

اس کی جائے پیدائش ہے جدھر اس کے والدین کی یادیں ہیں ظاہر ہے اثر تو ہو گا"

مراد صاحب اپنا نتیجہ اخذ کرتے ہوئے بولے۔

"مراد وہ پہلے بھی تو انہیں یاد کرتی تھی لیکن کبھی اس کی حالت ایسی نہ ہوئی

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میری بچی تو بہت مضبوط تھی نہ جانے کس کی بری نظر لگ گئ"

ارمینہ بیگم پریشانی سے بولی۔ایسے ہی مراد صاحب اندازے لگاتے رہے اور ارمینہ

بیگم رد کرتی گئیں اور آخر میں دونوں میاں بیوی کی بحث کسی نتیجے پر پہنچنے سے پہلے

ہی ختم ہو گئ۔

www.novelsclubb.com

وہ دونوں اب اٹھ کر اوز گل کی پاس لان میں جانے لگے ابھی وہ اس کے قریب ہی

پہنچے تھے جب اوز گل بول پڑی "فکر نہ کریں کوئی سایہ نہیں پڑا مجھ پر"۔اور پھر

گردن ترچھی کر کے مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگی لیکن آنکھوں میں اداسی واضح

تھی۔

"بھئی یہ میں نے تو کچھ نہیں کہا یہ تمھاری دادی ہی خبطی ہو گئی ہیں" دادا نے فوراً ہاتھ اٹھا کر صفائی دی جبکہ ان کی ارمینہ بیگم نے غصے سے اپنے شوہر کو دیکھا۔

اوز گل پھر اپنے ازلی انداز میں بولی "ویسے یہ گولو کچھ پھول نہیں گیا کیا میری حصے کا کھانا کھلاتے رہے ہیں اسے آپ لوگ" سامنے درخت کی طرف اشارہ کیا جہاں مراد صاحب کا چہیتا طوطا بیٹھا پتے توڑ کر اپنے پروں میں لگا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ماشاءاللہ بولو لڑکی اب کیا نظر لگاؤ گی" دادا نے شکر کا کلمہ ادا کیا کہ اوز گل کچھ تو بولی لیکن لہجے سے ظاہر نہ ہونے دیا۔

"چلیں کل سے میں گولو کو بذاتِ خود ایکسر سائز کرواؤں گی" وہ کرسی سے اٹھتے

ہوئے شرارت سے گویا ہوئی۔

"باز آجاؤ اوز گل" دادا نے وارننگ دی۔ جبکہ ارمینہ بیگم ان دادا پوتی کے مابین چھڑتی جنگ پر اپنا سر پیٹ کر رہ گئی۔

باقی لوگوں کے لیے تو چھ ماہ کا عرصہ پر لگا کر اڑ گیا پر یہ اوز گل ہی جانتی تھی کہ اس نے ایک ایک دن کس اذیت سے کاٹا ہے۔ انعام کی یادیں کسی آسیب کی مانند اس سے چمٹ گئی تھی اور اس کی آواز تو ہر لمحہ ہی کانوں میں گونجتی رہتی۔ اوز گل جسے کبھی کوئی رلا نہیں پایا تھا اس اوز گل کی پلکیں اب ہمہ وقت نم رہا کرتی۔ بظاہر تو اس نے خود کو نارمل کر لیا تھا اور پہلے والی جھگڑالو اوز گل کا خول خود پر چڑھا لیا تھا لیکن ہر دوسرے چہرے میں وہ انعام کا چہرہ تلاش کرتی پھر چاہے وہ یونیورسٹی ہو یا پھر کوئی پارک۔ اپنے بیڈ پر بیٹھی وہ اب بھی انعام کے اسی سکیچ کو دیکھ رہی تھی جسے اس نے

چھ ماہ قبل دوحہ میں بہت پیار سے بنایا تھا۔ یہ سکیچ جیسے اب اس کی کل متاع تھا جسے وہ سونے سے پہلے لازمی دیکھا کرتی اور انعام کے خوبصورت چہرے کو اپنی آنکھوں کے ذریعے دل میں اتارا کرتی۔

کچھ یاد آنے پر وہ اٹھی اور بادشاہ کو آواز دینے لگی اور پھر سیکنڈز کے اندر ریت کے گولے میں غائب ہو گئی۔ سفید محل پہنچ کر اس نے بادشاہ سلامت کو مسکرا کر دیکھا اور کچھ بھی کہے بغیر باہر کو بھاگ گئی۔ قبیلے سے نکل کر صحراء کی نرم ریت پر دوڑتے ہوئے وہ وہیں آن پہنچی جہاں اس کی کہانی کا اذیت ناک اختتام ہوا تھا۔ آج پھر پورے چاند کی جادوئی رات تھی۔ بلکل ویسی رات جب انعام نے چاند کی روشنی میں اسے بریسلٹ پہنایا تھا۔ وہ اپنی کلائی کو اوپر کیے اسے دیکھنے لگی اور پھر ایک دم سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کے سسک سسک کر رو پڑی اور خود سے کہنے لگی "بس اب اور نہیں روؤں گی، میں اس کی روح کو تکلیف نہیں پہنچا سکتی، میں بھی اب انعام کی طرح دوسروں کی حفاظت کروں گی" چاند کے سائے تلے اس نے خود سے عہد

کیا۔اور یہ تو طے تھا کہ وہ اس صحرائی مخلوق اور اس کی محبت کو کبھی نہیں بھول پائے گی۔

"وستجد كل مايذكرك بي، إلا أنالن تجدني

(اور تمھیں وہ سب کچھ تو مل جائے گا جو تمھیں میری یاد دلائے گا، لیکن تم مجھے کہیں نہیں پاؤ گی)

www.novelsclubb.com

.....ختم شد.....